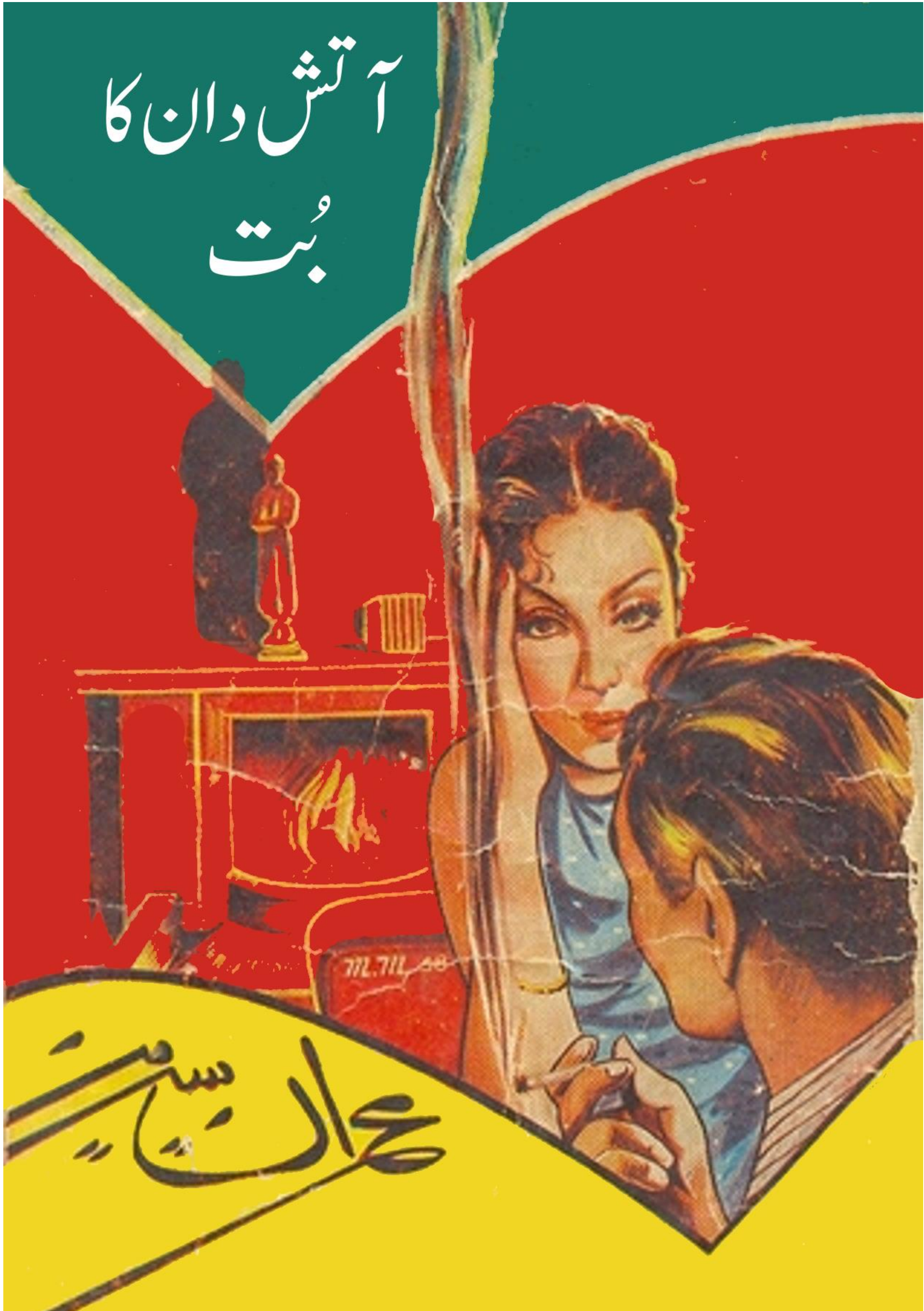

آتش دان کا بُت
عمران سیریز

آتش دان کا بُت

ابنِ صفی

عمران سیریز ۳۲

۱۹۵۸

پیش رس

عمران سیریز کا ناول ''آتشدان کا بُت'' ملاحظہ فرمایئے۔ اس کی کہانی آپ کو شروع ہی سے عجیب لگے گی۔ عمران اور صفدر کا بہروپ۔ ایک ایسے مکان میں ان کا داخلہ جس کا ایک کمرہ انہیں پہلی نظر میں کوئی بہت بڑا ریفریجریٹر معلوم ہوا تھا۔ پھر عمران سے ایسی حرکتیں سرزد ہوئیں کہ صفدر اس کی ذہنی حالت پر شک کرنے لگا۔ کیا یہ انوکھی بات نہیں تھی کہ اس نے ایک لڑکی کو مینڈک تحفہ پیش کیا تھا۔ صفدر کو عمران کے متعلق ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں

کہ حیرت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی سانسیں سینے میں رُکنے لگتی ہیں۔ بہتیرے پڑھنے والوں کی خواہش تھی کہ چالیس ایک باون کے نیگرو جوزف کو آئندہ کہانیوں میں بھی لایا جائے۔ ان کی یہ خواہش بھی پوری کی جارہی ہے۔ دیکھیے کہ جوزف کتنا عجیب و غریب آدمی تھا۔ زندگی اور موت اس کے لیے کھیل تھیں۔ لیکن وہ بد دُعاؤں سے کتنا ڈرتا تھا آپ اس کی اس حرکت پر مُسکرائے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ اس وقت بھی اسے دیکھئے گا جب ایک حسین رقاصہ اُسے چھیڑ رہی تھی اور وہ کسی بے بس بچّے کی طرح کبھی عمران کی طرف دیکھنے لگتا اور کبھی رقاصہ کی طرف۔ وہ اُسے پلانا چاہتی تھی لیکن جوزف کو آج تک کسی نے نشے میں نہیں دیکھا تھا۔ ویسے تو وہ سدا کا بلانوش تھا۔ لیکن نشے کی حالت میں کسی کے سامنے آنا یا روبرو بات کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ یاد رکھیے کہ یہ ایک مکمل اور نامکمل کہانی ہے۔ مکمل اس کے لیے ہے کہ عمران کو جس مجرم کی تلاش تھی وہ اس کے ہاتھ آ گیا تھا۔ اور

نامکمل اس لیے کہی جاسکتی ہے کہ ابھی میرا جی اس سے نہیں بھرا۔۔۔۔ اس لیے عمران سیریز کا آئندہ ناول جڑوں کی تلاش ضرور ملاحظہ فرمایئے گا۔ میں نے اب تہیّہ کر لیا ہے کہ صفحات کی کمی کے باعث کسی بھی کہانی کو محدود کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہی چیز اکثر آپ کی شکایت کا موجب بن جاتی ہے۔ ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ "آتشدان کا بُت" کے بعد "جڑوں کی تلاش" ضرور پڑھیے گا۔

والسّلام

ابن صفی

۱

"یار عمران صاحب۔۔۔۔! یہ کیا مُصیبت ہے۔" صفدر بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

"مصیبت نہیں ٹریننگ۔۔۔۔ میں نہیں بتاؤں گا کہ اُونچی سے اُونچی دیوار پر کیسے چڑھتے ہیں۔" عمران نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"تو یہی عمارت کیوں۔۔۔۔؟"

”فی الحال اسی سے کام چلاؤ۔“ عمران نے مربّیانہ انداز میں کہا۔ ”اگلے سال اس قسم کی ٹریننگ کے لیے اپنی ذاتی عمارت بنوالوں گا۔“

”میں کہتا ہوں۔ اگر پکڑے گئے تو۔“

”مار پڑے گی۔۔۔۔ قدرتی بات ہے۔“ عمران کا جواب تھا۔

”مانا کہ ہم میک اپ میں ہیں۔ مگر پکڑے جانے کی صورت میں میک اپ شاید ہی برقرار رہ سکے گا۔“

”آہا۔۔۔۔ کیا بات ہو گی۔ کیسا مزہ آئے گا۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”اخبارات میں ہماری تصویریں شائع ہوں گی اور ان کے نیچے لکھا ہو گا۔

مار کھانے سے پہلے۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ مار کھانے کے بعد۔“

”خدا سمجھے !“ صفدر دانت پیس کر رہ گیا۔ یہ گفتگو دلکشا لاج کے عقبی پارک کی گنجان جھاڑیوں میں ہو رہی تھی۔ عمران اور صفدر میک اپ میں تھے۔ صفدر کے چہرہ پر گھنی سیاہ اور ڈھکی ہوئی مونچھیں تھیں۔ جن کے بال خم کھا کر نچلے ہونٹ تک چلے آئے تھے۔ عمران کا نیا میک اپ البتہ بڑا واہیات تھا۔ کپڑے چیتھڑوں کی شکل میں جھول رہے تھے اور صورت سال خوردہ لوہاروں کی سی تھی۔ سفید داڑھی اور مونچھیں بے ترتیب اور مرمّت کو ترسی ہوئی تھیں۔

اندھیرا پھیلتے ہی وہ یہاں آ چھپے تھے اور اب تو اس وقت گیارہ بجنے والے تھے۔ صفدر کو اس نے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ اُسے پائپ کے سہارے دیواروں پر چڑھنے کی ٹریننگ دینا چاہتا ہے۔

صفدر جانتا تھا کہ دلکشا لاج میں ایک معزّز گھرانہ آباد ہے اور یہاں کی خوبصورت لڑکیاں تو شہر بھر میں مشہور تھیں۔ اُونچی سوسائیٹیز میں ”دلکشا

والیاں" کہلاتی تھیں۔ صرف انہی تینوں پر بس نہیں تھی۔۔۔۔ پورا خاندان ہی اپنے حُسن کے لیے مشہور تھا۔ عورت مرد بھی حسین تھے۔ صفدر سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ایڈونچر کا تعلّق کسی محکمہ جاتی کام سے ہو گا۔ بھلا اس عمارت میں کسی محکمہ جاتی کام کی گنجائش کہاں۔

"یہاں کتّے تو نہیں ہیں۔" صفدر نے کچھ دیر بعد مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"کتّے کہاں نہیں ہوتے۔ بس انہیں پہچاننا سیکھو۔"

"ارے میں بھونکنے والے کتّوں کی بات کر رہا تھا۔"

"میں کاٹنے والے اور بھنبھوڑنے والے کتّوں کی بھی بات کر رہا ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔

"میں جا رہا ہوں۔"

”نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔ یہ ایکس ٹو کی غلطی ہو سکتی ہے کہ اس نے تمہیں براہِ راست نہیں بتایا۔“

”کیا کہا تھا؟“

”یہی کہ صفدر کو ساتھ لے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ عمارتوں کے پائپوں کے سہارے اُوپر کیسے چڑھتے ہیں۔“

”تو یہی عمارت کیوں؟“

”مجھے یہی پسند ہے۔“

”یہاں میرے کچھ شناسا بھی ہیں۔“

”گویا آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس عمارت میں میرے جان پہچان والے

بھی ہیں۔"

"بھئی ایکس ٹو سب کچھ جانتا ہے۔"

"تب پھر یہ کوئی سرکاری کام ہو گا۔ مگر اس عمارت کا سرکاری کام سے کیا تعلّق۔"

"ابھی کچھ دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔۔۔۔ ٹھہرو۔ اوہ کونے والی نچلی کھڑکی میں سبز روشنی نظر آرہی ہے۔۔۔۔ آؤ چلیں۔"

عمران جھاڑیوں سے نکل آیا۔۔۔۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ اگر یہ کام سرکاری ہی نوعیت کا ہے تو یقیناً ایکس ٹو سے غلطی ہوئی ہو گی۔ اُس عمارت میں رہنے والے تو بے حد شریف تھے۔ لیکن صفدر نے یہ بات غلط کہی تھی کہ ان میں سے کوئی اس کی جان پہچان والا بھی تھا۔ وہ دونوں دیوار کے قریب آئے۔

صفدر نے محسوس کیا کہ عمران بہت زیادہ محتاط نہیں ہے۔ اُسے ایک نچلی کھڑکی میں سبز روشنی نظر آرہی تھی اور یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت تھی کہ عمران اسی روشنی کا حوالہ دے کر جھاڑیوں سے نکلا تھا۔ عمران اپنے جوتے اُتار رہا تھا۔ صفدر نے بھی کینوس کے ربڑ سولڈ جوتے اُتار کر جیبوں میں ٹھونسے۔ پھر اس نے عمران کو دیوار پر چڑھتے دیکھا۔

عمران کسی ہلکے پھلکے بندر کی طرح تیزی سے اُوپر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔ صفدر بھی یہ کام انجام دے سکتا تھا۔ مگر اتنی پھرتی سے نہیں۔ اس نے ابھی چوتھائی دیوار بھی نہیں طے کی تھی کہ عمران کو اُوپر پہنچ کر کارنس پر کھڑے ہوتے دیکھا۔ کارنس سے پانچ یا چھ فٹ کی بلندی پر کھڑکیاں تھیں۔ لیکن سب ہی بند نظر آرہی تھیں۔ عمران نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر ایک کھڑکی کی چوکھٹ پکڑ لی تھی صفدر بھی کارنس پر پہنچ گیا۔ یہ کارنس تقریباً ایک فٹ چوڑی تھی۔ صفدر سوچنے لگا کہ کھڑکیاں اس کارنس کی وجہ سے کتنی مخدوش ہو گئی ہیں۔

جبکہ ان میں سلاخیں بھی نہیں لگائی گئیں۔

وہ بھی عمران کے قریب ہی کھسک گیا اور اُسے کھڑکی کھلی ہوئی نظر آئی لیکن اندر اندھیرا تھا۔ عمران دونوں ہاتھوں پر زور دے کر اُوپر اُٹھا۔ اور اس کے پیر چوکھٹ پر پہنچ گئے۔ اب وہ کھڑکی کی دوسری جانب تھا۔ اس نے باہر سر نکال کر آہستہ سے کہا۔ ''آجاؤ۔۔۔۔!''

پھر صفدر بھی اندر پہنچ گیا۔ عمران نے کھڑکی بند کر دی۔ اور صفدر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اسے بڑی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ عمران نے جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی اور صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اُس نے خود کو ایک بہت بڑے ریفریجریٹر میں پایا جس میں ایک صوفہ سیٹ بھی پڑا ہوا تھا۔ فرش پر قالین بھی تھا۔ ایک جانب آتشدان بھی تھا اور مینٹل پیس پر سیاہ رنگ کا ایک بُت بھی رکھا ہوا تھا۔ عمران سوئچ بورڈ کی

طرف بڑھا۔ اور دوسرے ہی لمحے میں نہ صرف کمرہ روشن ہو گیا بلکہ جس کھڑکی سے وہ اندر داخل ہوئے تھے اس پر سفید رنگ کی ایک چادر سی مسلط ہو گئی اور کمرہ بالکل ہی ریفریجریٹر بن کر رہ گیا۔ البتّہ روشنی ہوتے ہی گھٹن دُور ہو گئی تھی اور ایسا ہی معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ کوئی ائیر کنڈیشنڈ کمرہ ہو۔

عمران نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔۔ صفدر بیٹھ گیا۔ لیکن وہ بہت مُضطرب تھا۔ اُس کے فرشتے بھی نہیں سوچ سکتے تھے۔ اس عمارت میں کوئی اس قسم کا کمرہ بھی ہو گا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کمرے کو ساؤنڈ پروف اور ائیر کنڈیشنڈ بنایا گیا ہے۔ کیونکہ ایسا ہی ایک کمرہ خود اُس کے ہیڈ کوارٹر دانش منزل میں موجود تھا۔

اُسے عمران کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ نظر آئی۔ وہ بڑے اطمینان سے بیٹھا ٹانگیں ہلا رہا تھا۔ دس منٹ گزر گئے۔ وہ اسی طرح خاموش بیٹھے رہے۔ صفدر

بار بار عمران کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور عمران کا یہ عالم تھا جیسے اپنے گھر بیٹھا تھکن دُور کر رہا ہو۔

دفعتاً کھڑکی کی مخالف سمت والا دروازہ کھلا اور صفدر کی آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی۔ عمران کے ساتھ ہی وہ بھی اُٹھ گیا تھا۔ بالکل مشینی طور پر ورنہ اس میں اس کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ اب وہ پلکیں جھپکائے بغیر اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی۔ اُس کے جسم پر سُرخ رنگ کا شب خوابی کا لبادہ تھا۔۔۔ پتہ نہیں اُس کے رُخسار سچ مچ انگارے تھے یا ان پر لبادہ کا شوخ رنگ جھلکیاں مار رہا تھا۔ آنکھیں نیم غنودگی سی تھیں اور سیاہ بال بے ترتبی سے شانوں پر پڑے ہوئے تھے۔ جسم اتنا متناسب تھا کہ اس پر کسی قدیم یونانی مجسمے کا دھوکا ہو سکتا تھا۔

دروازہ بند کر کے وہ آگے بڑھ آئی۔

مگر صفدر عمران کے رویے پر متحیّر رہ گیا۔ اس نے اپنی جیب سے ایک پیکٹ نکالا تھا اور اُسے کھول کر فرش پر اُلٹ دیا تھا پھر لڑکی کی چیخ سے کمرہ گونج اُٹھا تھا۔ کیونکہ اس پیکٹ سے پھولوں کے ہار نہیں ملے تھے۔۔۔۔ بلکہ وہ بڑا سا مینڈک تھا جو پورے کمرے میں اُچھلتا پھر رہا تھا اور لڑکی بدستور چیخے جا رہی تھی۔

پھر یکا یک عمران اس ناہنجار مینڈک کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔

لڑکی خاموش ہو گئی۔ صفدر سمجھا تھا کہ وہ اپنے دونوں سینڈل اُتار کر عمران پر پل پڑے گی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس کے برخلاف وہ بے حد پُرسکون نظر آ رہی تھی۔

عمران نے مینڈک کو پکڑ کر پھر پیکٹ میں بند کر لیا۔

”کیا خبر ہے؟“ لڑکی نے پوچھا۔

”لال ٹائی والا کل اُڑے گا۔“ عمران نے پھنسی پھنسی سی آواز میں چیخنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور پھر بے تحاشہ کھانسنے لگا۔

”کیا۔۔۔۔؟“

لڑکی داہنے کان پر ہاتھ لگا کر اس طرح جھکی جیسے عمران کا ایک لفظ بھی اس نے نہ سُنا ہو۔

”بڑی مصیبت ہے۔“

عمران کھانستے کھانستے کراہ کر چیخا۔ ”مجھے زکام ہو گیا ہے۔ گلا پڑ گیا ہے۔۔۔۔ میں چیخ نہیں سکتا۔“

"اچھا۔۔۔ چلو سُن لیا۔ مگر پہلے تم نے شاید کچھ اور کہا تھا۔" لڑکی نے کہا اور ٹہلتی ہوئی آتشدان کے قریب چلی گئی۔

"لال۔۔۔۔ٹائی۔۔۔۔"

"نہیں سنائی دے رہا۔۔۔ قریب آ جاؤ۔" لڑکی نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ عمران اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس کے کان کے پاس منہ لے جا کر چیخا۔

"لال ٹائی والا کل اُڑے گا۔"

"ارے تو کان میں اتنے زور سے چیخنے کی کیا ضرورت ہے۔" لڑکی جھلّا کر بولی۔

"معافی چاہتا ہوں۔۔۔۔ زکام دماغ خراب کر دیتا ہے۔"

”کون دماغ خراب کر دیتا ہے؟“

”زکام۔۔۔۔!“

”کان نہ کھاؤ۔۔۔۔زکام زکام۔۔۔۔اور کیا کہنا ہے۔“

”گیارہواں آدمی نہیں ملا۔“

عمران پھر اس کے کان میں چیخا۔۔۔۔اور یک بیک پیچھے ہٹ کر دوبارہ کھانسنے لگا۔ اس بار کھانسی کسی طرح رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔

”کب کھانس چکو گے۔“ لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ صفدر کی طرف ایک بار بھی متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

عمران نے صفدر کی طرف اشارہ کیا اور صفدر سے بولا۔ ”بتاؤ کہ گیارہواں

آدمی نہیں ملا۔"

صفدر بھی چنگھاڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے وہ لڑکی کے قریب پہنچ گیا۔

"گیارہواں آدمی نہیں ملا۔" اس نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔ "کیا پھس پھس کر رہے ہو زور سے بولو۔" لڑکی غصیلے لہجے میں بولی۔ صفدر نے بلند آواز میں یہی جملہ دُہرایا۔ لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش کھڑی رہی۔ پھر عمران کی طرف مڑی جواب صرف ہانپ رہا تھا۔

"چوہا۔" وہ اُنگلی اُٹھا کر بولی اور دروازہ کی طرف مُڑ گئی۔ دروازہ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ اب وہ دونوں کمرے میں تنہا رہ گئے تھے۔

عمران نے صفدر کو واپس چلنے کا اشارہ کیا اور سوئچ بورڈ کے قریب چلا گیا۔ شاید اس نے کوئی سوئچ آن کیا تھا کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں وہ کھڑکی پھر

ظاہر ہوگئی تھی جس سے گزر کر وہ اس کمرے میں آئے تھے۔

۲

دوسرے دِن صفدر آفس میں بیٹھا بور ہو رہا تھا۔ یہ آفس بھی عجیب تھا۔ ابھی حال ہی میں ایکس ٹو نے ایک آفس قائم کرنے کی اسکیم بنائی تھی۔ اور اُسے عملی جامہ بھی پہنا دیا تھا۔ اس آفس کا منیجر خاور تھا۔ جولیانافٹنر واٹر اسٹینو ٹائپسٹ تھی۔ صفدر، چوہان، تنویر، نعمانی اور صدیقی کلریکل اسٹاف میں تھے۔ چپراسی اور دوسرے ادنیٰ کام کرنے والے اِدھر اُدھر سے رکھے گئے تھے۔ فرم کا نام تھا ''ڈھمپ اینڈ کو'' اور بزنس تھا ''فارورڈنگ اینڈ کلیئرنگ''

یعنی یہ فرم غیر ملک کو برآمد کیا جانے والا مال بُک کرتی تھی اور باہر سے درآمد کیا ہو مال کسٹم سے چھڑاتی تھی۔۔۔۔ چونکہ اس فرم کا تعلّق ایکس ٹو سے تھا۔ اس لیے یہ ظاہری کاروبار بھی دھڑلّے سے چلنے لگا۔ بڑے درآمد و برآمد کنند گان زیادہ تر اسی فرم سے رجوع کرنے لگے تھے۔ یہ فرم اس لیے عالم وجود میں آئی تھی کہ سیکرٹ سروس والوں کی یہ ٹیم بھی عام آدمیوں میں ضم ہو جائے، جو اس شہر میں کام کر رہی تھی اور پھر ٹیم کو ایک ہی جگہ رکھنا بھی مقصود تھا۔ اس کی یہی صورت ہو سکتی تھی کہ ایک کاروباری آفس قائم کر دیا جاتا۔ اس کاروبار کا مالک عمران تھا۔ اسی لیے فرم کا نام ''ڈھمپ اینڈ کو'' رکھا گیا تھا۔ مگر عمران یہاں شاذ و نادر ہی نظر آتا۔ اور جو چیز اس وقت صفدر کو کِھل رہی تھی۔ پچھلی رات وہ دلکشا لاج سے چلے آئے تھے لیکن عمران نے اُسے وہاں پیش آنے والے واقعات کے متعلّق کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ اور وہ بہری لڑکی تو بُری طرح صفدر کے ذہن پر چھا گئی تھی۔ دوسری طرف اسے

دلکشا میں ایسی لڑکی کے وجود پر حیرت بھی تھی جو اس سے پہلے کبھی اس کی نظروں سے نہ گزری ہو۔ وہ ان تین "دلکش بیوٹیز" میں سے ہرگز نہیں تھی جنہیں وہ بارہا مختلف تفریح گاہوں میں دیکھ چکا تھا۔ یہ بہری لڑکی تو ان سے بھی زیادہ حسین تھی۔ مگر عمران کا مینڈک، لڑکی کی چیخیں اور پھر اس طرح خاموش ہو جانا جیسے کوئی بات ہی نہ رہی ہو۔ اور چلتے چلتے "چوہا" کہہ جانا۔ ایسی باتیں تھیں جن پر وہ رات ہی سے مغز مار رہا تھا لیکن ابھی تک کوئی مناسب جواب سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

پھر وہ گفتگو جو ان دونوں کے درمیان ہوئی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو۔" اس نے جولیا کی آواز سُنی اور بے اختیار چونک پڑا۔

"کچھ بھی نہیں۔"

وہ زبردستی مُسکرایا۔

”کوئی کام نہیں ہے کیا؟“

”نہیں۔۔۔۔کام تو بہت ہے مگر۔“

”خدا غارت کرے اس عمران کو۔“ جولیا نے دردناک لہجے میں کہا۔

”میری تو اُنگلیاں ٹوٹی جارہی ہیں ٹائپ کرتے کرتے۔“

”یہ اُسی کی جدّت ہے۔۔۔۔ جب سے ایکس ٹو نے اُسے الجھایا ہے۔ آئے دِن طرح طرح کی حرکتیں ہوتی رہتی ہیں۔“

”میرا خیال ہے کہ ایکس ٹو اس حد تک عمران کو اپنے معاملات میں داخل نہیں ہونے دے گا۔“ صفدر نے کہا۔

”لیکن میرا دعویٰ ہے کہ عمران اس کے اعصاب پر بھی سوار ہو چکا ہے۔“

”ناممکن! عمران جیسے طفلِ مکتب ایکس ٹو کے تلوے چاٹتے ہیں۔“

”تم عمران کو کیا سمجھتے ہو۔“ جولیا جھلّا گئی۔

”ڈفر۔۔۔۔!“

”اسی لیے تم سب اس کی اُنگلیوں پر ناچتے رہتے ہو۔“ صفدر جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ جولیا اپنی میز کی طرف مڑ گئی۔ کیونکہ اُس کے مخصوص فون کی گھنٹی بجی تھی۔ جس پر عموماً ایکس ٹو ہی کے پیغامات آیا کرتے تھے۔

صفدر ایک رجسٹر کھول کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد جولیا پھر اس کی طرف پلٹ آئی۔

”تمہارے لیے ایکس ٹو کا پیغام آیا ہے۔“ وہ دیوار سے لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ”تین بج رہے ہیں۔“

تمہیں ٹھیک ساڑھے تین بجے ائیر پورٹ پہنچنا ہے۔ وہاں ایک آدمی جو سفید شارک اسکن کے سُوٹ اور سُرخ ٹائی میں ہو گا، چار بجے والے جہاز سے سوئٹزر لینڈ کے لیے روانہ ہو گا۔ تمہیں اسے الوداع کہنے والوں پر نظر رکھنی ہے۔ اُن کا تعاقب کرنا ہے اور معلوم کرنا ہے کہ وہ کہاں رہتے ہیں؟“

”اگر وہ کئی ہوئے اور ان کی راہیں مختلف ہوئیں تو۔“

”ان میں سے کسی ایک کا تعاقب کرنا ہو گا۔“

”ابھی تو کافی دیر ہے۔ میں دس منٹ میں ائیر پورٹ پہنچ جاؤں گا۔“

صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ ”ہاں تم نے اس کی پہچان کیا بتائی تھی۔“

”سفید شارک اسکن کا سُوٹ اور سُرخ ٹائی۔“

صفدر کو یاد آیا۔ عمران نے پچھلی رات اس بہری لڑکی سے کسی ایسے لال ٹائی والے کا تذکرہ کیا تھا، جو آج اُڑنے والا تھا۔ یہ کیا چکّر تھا آخر؟ اور پھر کسی گیارہویں آدمی کے متعلّق کہا تھا کہ وہ نہیں مل سکا۔

صفدر تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر اُکتا کر اُٹھ گیا۔

۳

سیاہ فام اور دیو پیکر نیگرو۔۔۔۔ جوزف۔۔۔۔ عمران کے قریب کھڑا انگریزی میں کہہ رہا تھا۔ "یہ کام میرے بس سے باہر ہے باس۔ میں کسی تھکے ہوئے گدھے کی طرح ہانپنے لگتا ہوں۔"

یہ وہی جانور تھا جسے پالنے کے لیے عمران نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ ڈاکٹر طارق (ڈاکٹر طارق کی حیرت انگیز کہانی کے لیے عمران سیریز کا ناول "چالیس

ایک باون" ملاحظہ فرمایئے۔) والا مقدمہ ابھی تک چل رہا تھا۔ جب بھی مقدمے کی تاریخ ہوتی عمران خود ہی اُسے ساتھ لے جاتا اور خود جوزف بھی عمران ہی کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔

اُسے سنبھالنا بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ کسی روائتی مسخّر کردہ جِن کی طرح ہر وقت احکامات طلب کرتا رہتا تھا۔ "کام بتاؤ باس۔ کام بتاؤ باس۔ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا ورنہ کسی بوڑھے سانپ کی طرح بیکار ہو کر رہ جاؤں گا۔"

وہ صرف مشین تھا کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اس میں نہیں تھی۔ جب بھی وہ عمران کو کام کے سلسلے میں بور کرتا۔ عمران۔۔۔۔ انگشت نہیں بلکہ گھونسہ بہ دنداں رہ جاتا۔ آخر اُسے ایک تدبیر سوجھ ہی گئی اور اس نے اُسے ڈنڈ پیلنا اور بیٹھکیں لگانا سکھا دیا۔

اس کے بعد جب بھی وہ اس سے کام "طلب" کرتا تو عمران کہتا۔

"ڈھائی سو ڈنڈ اور پانچ سو بیٹھکیں۔"

اس وقت جوزف اسی کام کے متعلّق اُسے بتا رہا تھا کہ وہ اُس کے بس سے باہر ہے اور وہ کسی تھکے ہوئے گدھے کی طرح ہانپنے لگتا ہے۔

"اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی کام نہیں ہے۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"بہت کام ہے۔" جوزف نے کہا۔ "یہ باورچی سلیمان۔۔۔۔!"

"ہاں! سلیمان کیا؟" عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"اُس کا چہرہ مرمّت طلب ہے۔ اس کے ہونٹ اور موٹے ہونے چاہئیں۔"

”اگر وہ ذرہ برابر بھی اور موٹے ہوتے تو تمہاری کھوپڑی ڈیڑھ ہزار ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتی۔“

”وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں دیتا۔“ جوزف نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

”جب تک تم میرے لیے کام کرتے رہو گے۔ تمہارا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا۔“

”ہاں باس بہت زور سے بھوک لگتی ہے۔ اس کام کے بعد مگر تمہیں اس کام سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔“

”بہت فائدہ ہوتا ہے۔۔۔ تم نہیں سمجھ سکتے۔ جاؤ پھر تین سو ڈنڈ اور چھ سو بیٹھکیں لگاؤ۔“

جوزف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سلیمان نے پرائیویٹ فون پر کال کی اطلاع

دی۔ عمران اُٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ گھنٹی اب بھی بج رہی تھی۔ اُس نے ریسیور اُٹھایا۔

"ہیلو۔۔۔۔"

"یس۔۔۔۔!" عمران ایکس ٹو کی مخصوص آواز میں بولا۔

"سُرخ ٹائی والا ختم ہو گیا جناب۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ جہاز کی سیڑھیوں پر چڑھتے وقت گرا اور مر گیا۔"

"کتنی بلندی سے۔"

"تیسری سیڑھی تھی۔ میرا خیال ہے کہ زمین سے زیادہ سے زیادہ ڈھائی فٹ

اُونچی رہی ہو گی۔"

"پھر کیا ہوا۔"

"جہاز کی پرواز ملتوی ہو گئی ہے۔"

"کیا وہ ایسا ہی آدمی تھا۔"

"اس کے متعلّق صفدر نے کچھ نہیں معلوم کیا۔"

"کوئی اسے الوداع کہنے بھی آیا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں! وہ بھی سُرخ ٹائی میں تھا۔"

"پھر پہلے کی موت کا دوسرے پر کیا ردِّ عمل ہوا تھا۔"

"سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اُس نے پہلے کے سامان پر قبضہ کر لیا تھا۔ پولیس کو اس کے متعلّق کوئی بیان دیا ہو گا۔ کیونکہ اُسے پولیس اسٹیشن لے جایا گیا تھا۔۔۔۔ اور سامان اس نے تیسرے آدمی کے سپرد کر دیا تھا جو ائیر پورٹ کے باہر موجود تھا۔ صفدر نے بتایا ہے کہ اُس تیسرے آدمی کی ٹائی بھی سُرخ ہی تھی۔"

"اُس نے تعاقب کس کا کیا تھا؟"

"تیسرے آدمی کا جو مرنے والے کا سوٹ کیس لے گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ پتہ۔"

"گیارہویں سڑک تیسری عمارت۔"

"صفدر سے کہو کہ وہ۔۔۔۔ آج بھی عمران کا وہیں انتظار کرے جہاں وہ

دونوں کل ملے تھے۔"

"بہت بہتر جناب۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ پھر نشست کے کمرے میں آیا۔ یہاں جوزف سلیمان کا راستہ روکے کھڑا تھا اور سلیمان بور ہو رہا تھا کیونکہ جوزف کی زبان اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

"میں اسے اُبال کر کھا جاؤں گا باس۔" جوزف آنکھیں نکال کر بولا۔

"بڑی مشکل سے گلے گا۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا اور سلیمان کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

"یہ سالا۔۔۔۔ کالا پاگل کر دے گا۔" سلیمان جھلّا کر بولا۔ "یا اسے رکھیے یا مجھے۔۔۔۔ یا پھر اسے منع کر دیجیے کہ مخاطب نہ کیا کرے۔"

”نہیں تم دونوں ہی رہو گے۔“ عمران نے سلیمان سے کہا پھر جوزف سے بولا۔ ”تم نے ابھی کام نہیں شروع کیا۔“

”کک۔۔۔۔کام۔۔۔۔“ نیگرو ہکلا کر رہ گیا۔

”شروع ہو جاؤ۔“

”اچھا۔۔۔۔“ جوزف نے مُردہ سی آواز میں کہا اور ہلکی سی کراہ کے ساتھ ڈنڈ پیلنے کے پوز میں آگیا۔

۴

صفدر کیفے میں داخل ہوا۔۔۔۔ اُسے یہیں عمران کا انتظار کرنا تھا۔ پچھلی شام بھی وہ یہیں ملے تھے اور اس کے بعد عمران اسے دلکشا لاج میں لے گیا تھا۔

صفدر ایک خالی میز پر بیٹھ گیا۔ اُسے یقین تھا کہ آج بھی اُسے دلکشا ہی جانا ہو گا۔ پچھلی رات والی لڑکی بُری طرح اُس کے ذہن پر چھا گئی تھی اور آج وہ سارا دِن اسی کے متعلّق سوچتا رہا تھا۔

وہ کتنی دلکش تھی۔۔۔۔ اس کی آنکھیں کیسی حسین تھیں۔ اور آواز میں نہ جانے کیا چیز تھی۔۔۔۔ اُس آواز کے تصوّر ہی سے دل میں گُدگُدیاں سی ہونے لگتی تھیں۔ وہ کون تھی؟ اور عمران کی اس حرکت کا کیا مقصد تھا۔ عمران نے اُسے کیسی اطلاعات بہم پہنچائی تھیں۔۔۔۔ وہ سُرخ ٹائی والا کون تھا جسے آج اس نے جہاز کی سیڑھیوں سے گِر کر مرتے دیکھا تھا۔ پھر دوسرا آدمی وہ بھی سُرخ ٹائی میں تھا۔ تیسرا آدمی بھی سُرخ ٹائی۔۔۔۔ میں۔۔۔۔

"گڈ۔۔۔۔!" کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور وہ بے ساختہ چونک پڑا۔۔۔۔ عمران اس کی پُشت پر کھڑا احمقانہ انداز میں مُسکرا رہا تھا۔

"بیٹھیے۔" صفدر اُٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹھو۔۔۔۔ بیٹھو! آج فضا کچھ اُداس اُداس سی ہے۔" عمران نے کہا اور بیٹھ گیا پھر کلائی کی گھڑی پر نظر ڈال کر بولا۔ "ہم یہاں صرف پندرہ منٹ بیٹھ

سکتے ہیں۔ چائے پیو گے یا کافی۔"

"چائے۔۔۔۔!" صفدر نے ایک طویل سانس لی اور عمران نے ویٹر کو اشارے سے بُلا کر آرڈر پلیس کیا۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر صفدر نے کہا۔ "آج شاید ہم گدھوں پر سوار ہو کر شہر کے چکر لگائیں گے۔"

"یہ بھی ناممکن ہے کیونکہ آج کل گدھوں کے بھی نخرے ہو گئے ہیں۔ ہر گدھا اپنی جگہ پر یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اس کی بڑی اہمیّت ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو زمین اپنے محور سے ہٹ کر عمران کی ناک پر قائم ہو جائے گی۔"

"کیوں۔۔۔۔ کیا آپ مجھ پر کسی قسم کی چوٹ کر رہے ہیں۔"

"نہیں! میری ساری چوٹیں اپنی ہی ذات پر ہوتی ہیں۔ میں بعض غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گیا ہوں۔"

صفدر اُسے حیرت سے گھور رہا تھا۔ لیکن عمران نے اپنی اس انوکھی بکواس کی وضاحت نہیں کی۔

اتنے میں ویٹر چائے لایا۔۔۔۔ صفدر نے پیالیاں سنبھالیں اور آہستہ سے بولا۔ ”کیا آپ مجھے دلکشا کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتائیں گے۔“

”ارے یار میں کیا بتاؤں۔ میں خود ہی چکّر میں ہوں۔ ایکس ٹو مجھے کبھی کچھ نہیں بتاتا۔ وہ تو بس کام لینا جانتا ہے۔“

”کیا آپ نے کبھی دلکشا کی دلکش بیوٹیز کو بھی دیکھا۔“

”آہا۔۔۔۔ تم نے تو پورا پورا شعر عرض کر دیا۔ دلکشا کی دلکش بیوٹیز بہت خوب۔۔۔۔ مگر یہ کیا چیز ہوتی ہے۔“

”دلکشا کی تین لڑکیاں، جو عُرف عام دلکشا کی دلکش بیوٹیز کہلاتی ہیں۔“

”تین کیا مجھے تو پونے تین لڑکیاں بھی کبھی نہیں سُجھائی دیتیں۔“

”مجھے حیرت ہے کہ وہ ان تینوں لڑکیوں میں سے نہیں تھی۔“صفدر نے کہا۔
”چائے پیئو! مائی ڈیئر مسٹر صفدر ورنہ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ کیا تم ان تینوں کو اچھی طرح پہچانتے ہو؟“

”یقیناً۔۔۔۔!“

”تب وہ بھی تمہیں جانتی ہوں گی۔“

”نہیں! میں نے انہیں ہمیشہ ایک تماشائی کی طرح دُور سے دیکھا ہے۔“

”بہت اچھا! کیا قریب سے دیکھنے پر یہ لڑکیاں عموماً گونگی بہری اور اندھی ثابت ہوتی ہیں۔“

”آپ پھر ہانکنے لگے۔۔۔۔کیا وہ لڑکی حقیقتاً بہری نہیں تھی۔“

”میں کیا جانوں تم ہی بیوٹیز۔۔۔۔دلکشیز کی باتیں کر رہے تھے۔“

”دلکشا بیوٹیز“ صفدر نے تصحیح کی اور پھر بولا۔ ”اُفّوہ وہ لڑکی بہت بُری طرح میرے ذہن پر چھا گئی ہے۔“

”ہائیں۔“ عمران اس طرح بوکھلا کر اس کی کھوپڑی کا جائزہ لینے لگا۔ جیسے اس پر مکڑی نے جالا تن دیا ہو۔

”میں اُسے ذہن سے جھٹک دینا چاہتا ہوں۔ لیکن کامیابی نہیں ہوتی۔“

”یہاں اگر میرا معاملہ ہوتا تو اپنی گردن ہی جھٹک کر اس سے پیچھا چھڑا لیتا۔

صفدر تھوڑی دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”دیکھیے میں یہ بات جانتا ہوں کہ ایکس ٹو نے آپ کو کچھ بھی نہ بتایا ہو گا۔ لیکن کیا آپ اپنے طور

پر اندازہ نہیں کر سکے۔"

"نہیں!" عمران کا مختصر سا جواب تھا لیکن پھر اس نے بڑی تیزی سے موضوع گفتگو بدل دیا۔ "ہاں بھئی اس وقت ایکس ٹو نے مجھے دوسرا کام سونپا ہے۔"

"کیا مطلب؟" "کیا آج دلکشا نہیں چلئے گا؟"

"نہیں دوست!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "آج تم بہری بیوٹی کے درشن نہیں کر سکو گے۔"

"لیکن اب کونسا کام سونپا گیا ہے؟" صفدر جھنجھلا گیا۔

"گیارہویں سڑک کی تیسری عمارت۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"وہاں ہم کیا کریں گے؟"

”جب تک کچھ شروع نہ ہو جائے ہم صرف صبر کریں گے۔“

”سُرخ ٹائیوں والے کون ہیں۔“صفدر نے پوچھا۔

”اگر دُم نہیں رکھتے تو آدمی ہی ہوں گے۔ یار تم مجھ سے ایسی باتیں کیوں پوچھتے ہو جن کا مجھے علم نہیں ہے۔“

”گیارہویں سڑک کی تیسری عمارت ان کی قیام گاہ ہے۔“

”یہ کس گدھے نے کہہ دیا تم سے۔“

”میں نے خود دیکھا ہے۔“

”کیا دیکھا ہے؟“

صفدر نے اُسے ائیر پورٹ کے واقعات بتاتے ہوئے کہا۔ ”وہ آدمی مرنے

والے کا سوٹ کیس لیے ہوئے اسی عمارت میں داخل ہوا تھا۔"

"تم اُس عمارت کو کیا سمجھتے ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"عمارت۔" صفدر مُسکرایا۔

عمران نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ چائے ختم کر کے وہ اُٹھ گئے۔ باہر عمران کی کار موجود تھی۔ صفدر تو ٹیکسی سے آیا تھا۔ صفدر نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آج اس عمارت پر کمند پھینکی جائے گی۔"

"نہیں شریف آدمیوں کی طرح چلیں گے۔"

"میک اپ کرنا پڑے گا۔"

"میں نے شریف عورتوں کی طرح تو نہیں کہا۔" عمران نے غصّیلے لہجے میں

کہا۔ کار دوڑتی رہی۔۔۔ مگر وہ گیارہویں سڑک سے بھی گزر گئی۔

"پھر کہاں جارہے ہیں۔" صفدر نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"اوہ! اب ہم تمہیں اپنے دولت کدہ پر لے چل رہے ہیں۔" عمران نے بڑے پُر وقار لہجے میں کہا۔

"مگر۔۔۔ یہ راستہ آخر اتنا چکّر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"تم نہیں سمجھے! ہم اس سڑے گلے فلیٹ کی بات نہیں کر رہے۔ آج ہم تمہیں اپنا دولت کدہ دکھائیں گے۔" صفدر تھک ہار کر خاموش ہو گیا وہ سمجھ گیا تھا کہ اب سیدھی کھوپڑی سے کوئی جواب نہیں نکلے گا۔

کار نیو کالونی میں داخل ہوئی۔ یہ شہر کی جدید ترین بستی تھی۔ اور یہاں اُونچے حلقے کے لوگ آباد تھے۔ عمران کی کار ایک بڑی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل

ہوئی اور سیدھی پورچ کی طرف چلی گئی۔

کار کے رُکتے ہی ایک باوردی ملازم آگے بڑھا اور کار کا دروازہ کھول کر ایک طرف مؤدبانہ کھڑا ہو گیا۔۔۔۔ عمران بڑے شاہانہ انداز میں کار سے اُترا تھا۔ صفدر متحیّرانہ انداز میں اس کے پیچھے چلتا رہا۔ وہ اسٹڈی میں داخل ہوئے۔ یہاں صفدر کو وہ لحیم شحیم نیگرو نظر آیا جسے صفدر اُس سے پہلے کئی بار عمران کے فلیٹ میں بھی دیکھ چکا تھا۔ نیگرو اس وقت خاکی وردی میں تھا۔ اور اس کے دونوں پہلوؤں سے دو بڑے بڑے ریوالور لٹک رہے تھے۔ اس نے سیدھے کھڑے ہو کر عمران کو فوجی انداز میں سلام کیا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ عمران چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر صفدر کو لے کر دوسرے کمرے میں آیا۔ یہاں چاروں طرف ملبوسات کی الماریاں نظر آ رہی تھیں اور ایک جانب ایک بڑی سنگار میز تھی۔

”ہمارے سیکرٹری کی حیثیت سے تمہیں ذرا شاندار لباس میں ہونا چاہیے۔“

عمران نے صفدر کی جانب دیکھے بغیر کہا۔

”کک۔۔۔۔ کیا مطلب۔“صفدر ہکلایا۔

”تم ہمارے۔۔۔۔ یعنی رانا تہور علی صندوقی کے پرائیویٹ سیکرٹری ہو۔ اوہو کہو۔۔۔۔ ہمارا دولت کدہ تمہیں پسند آیا۔“

”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔“صفدر بُدبُدایا۔

”ان الماریوں میں اپنے لیے موزوں لباس تلاش کرو۔“ عمران نے کہا اور سنگار میز کی طرف مڑ گیا۔ الماریاں مقفّل نہیں تھیں۔۔۔۔ صفدر انہیں یکے بعد دیگرے کھولتا رہا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی رہیں۔ وہ تو کسی لباس فروش کی دُکان معلوم ہوتی تھی۔ مختلف اقسام کے زنانہ و مردانہ

ملبوسات کے ڈھیر کے ڈھیر نظر آرہے تھے۔

اچانک وہ چونک پڑا۔ سنگھار میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ عمران نے ریسیور اُٹھالیا۔

"یس سر!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ اٹ از عمران۔۔۔۔ جی ہاں صفدر موجود ہیں۔" وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتا ہوا مڑا اور صفدر سے بولا۔ "ایکس ٹو تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"صفدر نے آگے بڑھ کر ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"یس سر۔ "اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"صفدر۔۔۔۔ گیارہویں سڑک کی تیسری عمارت میں کون رہتا ہے۔" ایکس ٹو کی بھرّائی ہوئی سی آواز آئی۔

”یہ۔۔۔۔تت۔۔۔۔تو۔۔۔۔ نہیں معلوم ہو سکا۔“

”اور اس کے باوجود بھی تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ عمران تمہاری رہنمائی نہ کرے۔“

”میں نے تو کبھی نہیں چاہا جناب۔ میری نظروں میں ان کا بڑا احترام ہے۔ انہیں اُستاد سمجھتا ہوں۔ مگر دوسروں کی ذمہ داری مجھ پر کیسے عائد ہو سکتی ہے۔“

”اب اس وقت تمہیں عمران کے ساتھ اس عمارت میں داخل ہونا ہے۔“

”بہتر ہے۔“

”آئندہ آنکھیں کھلی رکھو۔“

"بہت بہتر جناب۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ عمران نے بڑی چالاکی سے کام لیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اس عمارت میں پہنچ کر صفدر شبہات میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس نے بلیک زیرو کو ہدایت کر دی تھی کہ فلاں وقت وہاں رنگ کر کے فون پر ایکس ٹو کا رول ادا کرے۔ ایسے حیرت انگیز حالات سے دوچار ہونے پر اس کے ماتحت از سرِ نو سوچنا شروع کر دیتے تھے کہ کہیں عمران ہی تو ایکس ٹو نہیں ہے۔ صفدر پھر ریسیور رکھ کر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور اب اُسے احساس ہوا کہ عمران کچھ دیر پہلے میک اپ کرنے میں مشغول تھا۔ اُسے اس کے ہونٹوں پر رومن اسٹائل کی باریک مونچھیں نظر آئیں۔ دہانے کی بناوٹ میں معمولی سی تبدیلی کی گئی تھی۔ ناک کا درمیانی اُبھار کچھ زیادہ نمایاں ہو گیا تھا۔ اور پھر جب اس نے لباس تبدیل کیا تو سچ مچ کوئی شہزادہ ہی معلوم ہونے لگا۔ اُس کے چہرے پر حماقت کا دُور دُور تک پتہ نہیں

تھا۔

”کیا اب تمہارے لیے بھی ہم ہی لباس کا انتخاب کریں گے۔“ عمران نے پُر وقار لہجہ میں پوچھا۔

”مجھے بے حد خوشی ہو گی۔“صفدر مُسکرایا۔

عمران نے اس کے لیے بھی ایک سوٹ منتخب کیا۔ اور اُس کے خدوخال میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کی۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکل رہے تھے۔۔۔۔ جوزف اُن کے پیچھے تھا اور اس کی حیثیت باڈی گارڈ کی سی تھی۔ عمران جس کار پر یہاں تک آیا تھا وہ یہیں چھوڑ دی گئی اور ایک باوردی ڈرائیور نے گیراج سے سیاہ رنگ کی لمبی بیوک نکالی۔

صفدر حیرتوں کے طوفان میں گھرا ہوا تھا۔

جب وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکے تو جوزف ڈرائیور کے برابر اگلی سیٹ پر جا بیٹھا۔ پھر گاڑی حرکت میں آ گئی۔ کھڑکیوں پر سیاہ پردے تنے ہوئے تھے اور اندر روشنی تھی۔ دفعتاً عمران نے گاڑی کے بائیں گوشے سے ہیڈ فون کے دو جوڑے نکالے۔ ایک صفدر کی طرف بڑھا دیا اور دوسرا خود اپنے کانوں پر فٹ کر لیا۔ صفدر نے خاموشی سے اس کی تقلید کی۔۔۔۔ ان ہیڈ فونوں سے ایک ایک ماؤتھ پیس بھی اٹیچ تھا۔

دفعتاً صفدر نے ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ ”صفدر تم اس کا تذکرہ اپنے ساتھیوں سے نہیں کرو گے۔“ اس کا مطلب غالباً تم سمجھ ہی گئے ہو گے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”تمہارے ساتھیوں میں تمہارا کیا مقام ہے؟“

”اوہ شکریہ جناب۔“

”بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

صفدر نے ہیڈ فون اُتار کر عمران کی طرف بڑھا دیا اور کچھ دیر بعد بولا۔
”گیارہویں سڑک تیسری عمارت مجھے اُلجھن میں مبتلا کر رہی ہے۔“

”کیوں؟“

”آپ نے بھی اس کے متعلّق مجھ سے سوالات کیے تھے۔۔۔ اور ایکس ٹو نے بھی۔“

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ کسی کی قیام گاہ ہے۔“

”پھر۔۔۔۔!“

”ایک نائٹ کلب، جو صرف بہت بڑے آدمیوں کے لیے مخصوص ہے۔“

”اور ہم اس وقت وہیں جارہے ہیں۔“

”یقیناً۔۔۔۔!“

عمران نے پُروقار لہجے میں کہا۔ ”کیا تم رانا تہور علی صندوقی کو کوئی معمولی آدمی سمجھتے ہو۔“

”یہ صندوقی کیا بلا ہے؟“

”سلجوقی کا رشتہ دار ہوتا ہے۔“

صفدر خاموش ہو گیا۔ اُسے نہ جانے کیوں اُلجھن سی محسوس ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بیوک گیارہویں سڑک کی تیسری عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل

ہوئی اور سیدھی پورچ کی طرف چلی گئی۔ سب سے پہلے جوزف نیچے اُترا اور تھوڑے فاصلہ پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ ریوالوروں کے دونوں دستوں پر تھے۔ پھر ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور وہ دونوں باہر آ گئے۔

دو آدمی ان کی پیشوائی کے لیے برآمدے سے اُتر آئے تھے۔

"رانا تہور علی۔۔۔۔!" عمران بُرا سامنہ بنا کر بولا۔

"اوہ۔۔۔۔ یس سر۔۔۔۔ یس یور ہائی نس۔" ایک آدمی نے بوکھلا کر کہا۔ ہمیں فون پر اطلاع مل گئی تھی آپ تشریف لائیں گے۔ آپ کی میزیں مخصوص ہیں۔ مم۔۔۔۔ مگر۔"

وہ جوزف کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"اور کیا کہنا ہے تمہیں۔"

"مم۔۔۔۔ مطلب یہ ہے حضور والا کہ۔۔۔۔ دوسرے ممبروں کو اس پر اعتراض بھی ہو سکتا ہے۔" اس نے کہا اور پھر جوزف کی طرف دیکھنے لگا۔

"جلدی سے ختم کر چکو بات۔" عمران نے جھلّاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"اگر حضور والا کا باڈی گارڈ اپنے ریوالور آفس میں رکھوا دے تو بہتر ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ اگر ہمیں ایسا کرنا پڑا تو پھر ہم واپسی پر قناعت کریں گے۔"

"اوہ نہیں۔۔۔۔ جناب! یور ہائی نس آپ تشریف لے چلیے۔" دوسرا بولا۔

وہ دونوں آگے بڑھے۔ صفدر عمران سے ایک قدم پیچھے تھا اور اُن کے پیچھے جوزف چل رہا تھا۔

رہنمائی کرنے والے انہیں ایک بڑے ہال میں لائے۔ یہاں چاروں طرف ٹھنڈی نیلگوں روشنی پھیلی ہوئی تھی اور آرکسٹرا مدہم سُروں میں جاز بجا رہا تھا۔ صفدر کو ایسا ہی لگا جیسے وہ کہانیوں والے پرستان کی کسی محفل میں پہنچ گیا ہو۔ ہر جانب سے ان کی طرف نظریں اُٹھ رہیں تھیں۔ لوگ زیادہ تر جوزف کو گھور رہے تھے۔

صفدر کو اس پر بڑی حیرت ہوئی کہ وہاں کچھ اور لوگ بھی مسلح نظر آرہے تھے لیکن ان کی رہنمائی کرنے والوں نے جوزف کے مسلح ہونے پر اعتراض کیا تھا۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ انہیں ٹوک دے لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش ہی رہا۔

وہ ان میزوں پر پہنچ گئے، جو ان کے لیے پہلے ہی سے مخصوص تھیں۔ ایک میز پر جوزف تنہا بیٹھا۔ دوسری پر صفدر اور عمران نظر آئے۔

عمران نے جیب سے چند نوٹ نکال کر بخشش کے طور پر رہنمائی کرنے والوں کو دیئے اور وہ اُسے مودبانہ انداز میں سلام کر کے وہاں سے چلے گئے۔

پھر فوراً بیروں کی ایک پوری فوج اُن میزوں کی طرف دوڑ آئی۔ صفدر کو اچھی طرح یاد نہیں کہ عمران نے اُن سے کن چیزوں کی فرمائش کی تھی۔ اس کا ذہن تو اس وقت ہوا میں اُڑا جا رہا تھا۔ کیونکہ میزوں کے درمیان اُسے وہی بھری لڑکی تھرکتی ہوئی نظر آئی تھی جسے وہ پچھلی رات دلکشا میں دیکھ چکا تھا۔ دفعتاً عمران نے اس کے پیر پر ٹھوکر ماری اور آنکھوں سے اشارہ کیا کہ وہ خود کو سنبھالے۔

صفدر پھر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہاں اور لوگ بھی تو مسلح نظر آرہے ہیں۔" اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"ہاں۔۔۔۔ اُن میں سے ایک نے ہم پر احسان کیا تھا کہ ہمیں یہاں تک پہنچایا گیا۔ لہٰذا بخشش کی رقم میں دونوں شریک ہو جائیں گے۔"

عمران نے بائیں آنکھ دبا کر جواب دیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "خود کو قابو میں رکھو۔ یہاں کی کسی بات پر بھی تمہارے چہرے سے حیرت کا اظہار نہ ہونا چاہیے۔"

مگر اس وقت صفدر کیا کرتا جب اُسی میز پر شراب کی بوتلیں دیکھیں۔ "کیا تم ہماری موجودگی میں شراب پینے کی جرأت کر سکو گے سیکرٹری۔" دفعتاً عمران نے غصّیلے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے تو نہیں منگوائی۔" صفدر بوکھلا کر بولا۔ مگر اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ اُس میز سے آگے نہ بڑھی ویسے بھی آرکسٹرا کا شور دوسری آوازوں کو محدود رکھنے کے لیے کافی تھا۔

"ہمارے لیے انڈیلو۔۔۔۔!" عمران میز پر گھونسہ مار کر بولا۔ "تم نہیں پیؤ گے۔"

صفدر نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ شراب نہیں پیتا تھا اور عمران کے متعلّق تو وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ شراب طلب کرے گا۔

"آپ پئیں گے۔" صفدر نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں رانا تہور علی صندوقی ضرور پئیں گے۔ اگر نہ پئیں گے تو ان کے نطفے میں فرق سمجھا جائے گا۔" صفدر بُرا سامنہ بنا کر گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔

"بب۔۔۔۔بس۔۔۔۔اب سوڈا ملاؤ۔" عمران بڑبڑایا۔

صفدر نے سائیفن سے گلاس میں سوڈے کی دھار ماری اور بڑے ادب سے گلاس اُس کے سامنے پیش کر دیا۔ عمران ہونٹوں میں سگریٹ دبائے بیٹھا تھا

اس نے خاص جاگیر دارانہ اسٹائل میں "میچ" کہا اور صفدر جھک کر اس کا سگریٹ سلگانے لگا۔

لیکن اُسے پھر حیرت ہوئی کیونکہ اس نے جو چیز بوتل سے گلاس میں انڈیلی تھی اس میں شراب کی بُو تو ہر گز نہیں تھی۔۔۔۔ پھر؟ صفدر سوچ میں پڑ گیا۔

دفعتاً عمران نے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے سے جوزف کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس شب تاریک کے بچّے سے کہہ دو کہ یہاں اس طرح بیٹھ کر ہونٹ نہ چاٹے۔ اسے یہاں نہیں مل سکتی۔۔۔۔ گھر پر پیئے گا۔" صفدر نے اُٹھ کر اس کا پیغام جوزف تک پہنچا دیا۔ جوزف نے صرف پلکیں جھپکائی تھیں اور شائد آخری بار ہونٹوں پر زبان پھیر کر منہ بند کر لیا تھا۔

صفدر پھر میز پر واپس آگیا۔

آرکسٹرا کی دھن پر تھرکنے والی لڑکی تھرکتی ہوئی ان کی طرف آرہی تھی۔ وہ قریب آگئی اور وہیں رُک کر تھرکنے لگی۔

صفدر نے سوچا کہ اُسے سر جھکائے ہی بیٹھے رہنا چاہیے کیونکہ بھلا رانا صاحب کی موجودگی میں اُسے کب حق حاصل تھا کہ وہ اس لڑکی میں دلچسپی لے سکتا۔

"افّوہ۔۔۔۔ افّوہ۔" عمران آہستہ آہستہ بڑبڑارہا تھا۔ "فتنہ ہو۔۔۔۔ قیامت ہو۔۔۔۔ ہم تمہیں آسمان پر پہنچاسکتے ہیں۔۔۔۔ افّوہ۔۔۔۔ افّوہ۔"

وہ کچھ دیر تک اُن کی طرف متوجہ رہی پھر یک بیک جوزف کی طرف مڑ گئی۔

"آہا۔۔۔۔ تم یہاں ہو پیارے۔" اس نے انگریزی میں گانا شروع کر دیا۔ اشارہ جوزف کی طرف تھا۔

”میں نے تمہیں کہاں کہاں ڈھونڈا ہے۔

اندھیری اور سنسان راتوں میں۔

جب ہوا کی سانسیں رُکنے لگتی تھیں۔

میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تمہیں تلاش کرتی تھی۔“

وہ سانس لینے کے لیے رُک گئی لیکن آرکسٹرا کان پھاڑتا رہا۔

جوزف نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پہلو بدلا۔ وہ اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے ابھی ڈھائی سو ڈنڈ لگائے ہوں۔ لڑکی پھر تھرکتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔

جوزف اپنی پیشانی پر پسینہ خشک کر رہا تھا۔

”یہ کیا مصیبت ہے عمران صاحب۔۔۔۔ یہ لڑکی تو بہری تھی۔“ صفدر نے

کہا۔ ”اب بھی بہری ہی ہے۔ مگر کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ اپنے کانوں میں آلہ سماعت لگائے ہوئے ہے۔ اوہ۔۔۔۔ پھر آرہی ہے۔۔۔۔ یہ کیا۔“

صفدر نے عمران کے لہجے میں اضطراب محسوس کیا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ وہ پھر تھرکتی ہوئی ان کی طرف آرہی تھی۔ اس بار اس کے ایک ہاتھ میں بوتل تھی اور دوسرے میں گلاس۔

”اُدھر مت دیکھو۔۔۔۔ سیدھے بیٹھو۔“ عمران نے آہستہ سے کہا۔ لڑکی نے بوتل اور گلاس جوزف کی میز پر رکھ دیئے۔

”ہوشیار!“ عمران آہستہ سے بولا اور جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر صفدر کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

”پیئو۔ پیئو۔“ لڑکی پھر گانے لگی۔

”زندگی بڑی کڑوی چیز ہے شراب سے بھی زیادہ تلخ۔

اس لیے یہ تلخی صرف شراب ہی کی تلخی سے مار کھا سکے گی۔

پیتے رہو۔۔۔۔اگر زندہ رہنا ہے۔

ورنہ موت تمہیں تاریک بیابانوں میں کھینچتی پھرے گی۔“

”بب۔۔۔۔ باس۔۔۔۔“ جوزف عمران کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔ لڑکی بھی عمران کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ خاموش ہو گئی تھی لیکن تھرکے جا رہی تھی۔

”پی جاؤ۔۔۔۔ پرواہ نہ کرو ہم یہاں موجود ہیں۔“ عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”اگر یہ خوبصورت ہاتھ زہر بھی پلائیں تو خاموشی سے پی جاؤ۔“

لڑکی نے مُسکرا کر سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر جوزف کی طرف رُخ کر

کے گانے لگی۔

"میں تمھیں چاہتی ہوں۔

تم بہت حسین ہو۔ پانی سے بھرے ہوئے سیاہ بادلوں کی طرح جاں بخش ہو۔

تمھیں اندھیری راتوں نے جنم دیا ہے۔

اس لیے تمھاری آنکھوں میں ستارے روشن ہیں۔"

"خاموش رہو۔۔۔۔!" دفعتاً جوزف اُٹھ کر چیخا اور چاروں طرف سے قہقہے بُلند ہوئے۔ لڑکی بھی ہنستی ہوئی ایک طرف بھاگ گئی۔

جوزف گرجتا رہا۔ "مجھے بے وقوف بناتی ہے۔۔۔۔ چھپکلی کی بچّی۔ میں عورتوں کے پیچھے دُم ہلانے والا کتّا نہیں ہوں۔"

”جوزف!“ عمران نے ہاتھ ہلا کر سخت لہجے میں کہا۔ ”بیٹھ جاؤ۔“

”بب۔۔۔۔ باس۔“ جیسے جوزف کو ہوش آ گیا ہو۔

”بیٹھو۔۔۔۔!“

جوزف نڈھال سا ہو کر کرسی پر گر گیا۔

لوگ اب بھی قہقہے لگا رہے تھے اور لڑکی دُور ایک گوشے میں تھِرک رہی تھی۔

اچانک صفدر چونک پڑا کیونکہ اُسے ایک جگہ وہی سُرخ ٹائی والا نظر آیا تھا جس کا تعاقب کرتا ہوا وہ ائیر پورٹ سے یہاں تک آیا تھا۔ اور شاید اسی کے لیے عمران نے ابھی اتنا کھڑاگ پھیلایا تھا۔

مرنے والے کا سوٹ کیس اب بھی اس کے پیروں کے پاس رکھا ہوا تھا۔ صفدر نے سوٹ کیس کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی تھی۔ مگرمچھ کی کھال کا سیاہ سوٹ کیس۔

صفدر نے عمران کی توجّہ بھی اس کی طرف مبذول کرائی۔

”تمہیں یقین ہے کہ یہ وہی سوٹ کیس ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”مجھے یقین ہے۔ میری آنکھیں بہت کم دھوکا کھاتی ہیں۔“

”تب پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ آدمی اس وقت سے باہر نکلا ہی نہیں۔“ عمران نے تشویش کن لہجہ میں کہا۔

صفدر کچھ نہ بولا۔

عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”یہ آدمی بھی خطرے میں ہے۔“

”کیوں۔“

”بھلا وہ آدمی جہاز کی سیڑھیوں سے گر کر کیوں مر گیا تھا۔ اور یہ سوٹ کیس تھانے کیوں نہیں پہنچا۔ قاعدے سے مرنے والے کی ایک ایک چیز پر فی الحال پولیس کا قبضہ ہونا چاہیے تھا۔“

”ہاں یہ تو ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ اسی سوٹ کیس کی وجہ سے اُس کی جان گئی ہو۔“

”ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے عمران صاحب۔ لیکن آخر یہ چکّر کیا ہے۔“

”تم نے پھر وہی سوال کیا؟ حالانکہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں بھی تمہاری

ہی طرح اندھیرے میں ہوں۔ بس جتنا کہا جا رہا ہے اُسی کے مطابق کسی مشین کی طرح عمران بھی چل پڑا ہے۔"

صفدر خاموش ہو گیا لیکن اس کا عمران کے بیان سے اطمینان نہیں ہوا تھا۔

"اس پر نظر رکھو۔" عمران نے کہا۔

"لیکن جیسے وہ ختم ہو گیا تھا اُسی طرح یہ بھی ختم ہو سکتا ہے۔"

"ضروری نہیں ہے۔ یہ کافی محتاط معلوم ہوتا ہے۔ تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ اس وقت تمہارے ہی خیال دلانے سے مجھے اس کی موجودگی کا علم ہوا ہے۔"

"پھر۔۔۔۔؟"

"میں اُسے دیر سے دیکھ رہا ہوں۔ یہ ویٹروں کی لائی ہوئی چیزیں پہلے انہیں ہی

چکھا دیتا ہے۔ پھر خود کھاتا پیتا ہے۔ چونکہ یہ بڑے آدمیوں کا کلب ہے۔ اس لیے ویٹر کو ایسی حرکات پر حیرت بھی نہیں ہوتی۔ وجہ یہی ہے کہ ان کی دانست میں یہاں اُس سے بھی زیادہ وہمی اور سنکی آدمی آتے ہیں۔"

"تو کیا آپ اس کا سوٹ کیس ہتھیانے کی فکر میں ہیں۔"

"مفت ہاتھ آئے تو کیا بُرا ہے۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر مُسکرایا۔

"مطلب یہ کہ ابھی تم لال ٹائی والے کے اصل ٹھکانے تک نہیں پہنچے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کسی قسم کا خطرہ ہی محسوس کر کے یہاں آ جما تھا اور اب بھی یہیں موجود ہے۔ ائیر پورٹ سے یہاں تک وہ کیسے آیا تھا۔"

"ٹیکسی میں۔"

"ہوں۔۔۔۔! تمہیں اب پھر اس کا تعاقب کرنا ہے۔ لیکن تعاقب کرنے

سے پہلے اپنی مونچھیں نکال دینا۔ تاکہ رانا تہور علی کے سیکرٹری کی حیثیت ختم ہو جائے۔"

"پتہ نہیں کیا چکر ہے۔" صفدر بڑبڑایا۔

"ایک بات ذہن نشین کرو۔ اگر اس بہری لڑکی کو یہ معلوم ہو گیا کہ کل رات دلکشا میں ہم ہی دونوں تھے تو ہماری کھوپڑیوں میں یہیں سوراخ ہو جائیں گے۔"

"اوہ۔۔۔!" صفدر سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ چند لمحے پلکیں جھپکاتا رہا پھر بولا۔ "تب جوزف سے یہ چھیڑ چھاڑ۔"

"اتّفاقیہ بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بڑی دلچسپ جگہ ہے۔ صفدر صاحب۔۔۔ رانا تہور علی صاحب صندوقی یہاں اکثر آتا رہتا ہے۔"

”مگر ملازمین کے انداز سے تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ آپ کو پہچانتے ہوں۔“

”یہاں ملازمین بدلتے رہتے ہیں۔ باہر جتنے موجود تھے اُن میں سے کوئی بھی مجھے نہیں پہچانتا تھا لیکن یہاں اندر تو میرے خاص آدمی بھی موجود ہیں۔ ورنہ میں سنگترے کا شربت نہ پی رہا ہوتا۔ حالانکہ بوتلوں پر پرتگالی شرابوں کے لیبل موجود ہیں۔“

صفدر نے ایک طویل سانس لی اور اب یہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ عمران ضرورتاً بھی نہیں پی سکتا۔

”مگر یہاں آپ کا کیا کام۔“

”ملک و قوم کے دُشمن جھونپڑیوں اور چھوٹے چھوٹے مکانوں میں نہیں

ملتے۔"

صفدر پھر خاموش ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد بولا۔ "اگر جوزف والا واقعہ اتّفاقیہ نہ ہوا تو۔"

"دیکھا جائے گا۔" عمران نے لاپروائی کے اظہار میں شانوں کو جنبش دی۔ "رانا تہور علی صندوقی چوہے دان میں نہیں مر سکتا۔ ویسے یہ جگہ ایسی ہی ہے۔ پچھلے دِنوں یہاں ایک بڑا شاندار واقعہ پیش آیا تھا۔ ایک داڑھی والے نواب صاحب تشریف رکھتے تھے۔ ایک بڑی شریر قسم کی لڑکی ناچ رہی تھی۔ نواب صاحب کے قریب پہنچ کر اُس نے گانا شروع کر دیا۔ افریقہ کے کسی جنگلی گیت کا انگریزی ترجمہ تھا۔ اچانک گاتے گاتے اس نے نواب صاحب کی داڑھی پکڑ لی۔ اس وقت وہ گا رہی تھی کہ جھاڑیاں ہوا سے ہلتی ہیں۔ یہ منظر اس نے داڑھی ہلا کر دکھایا۔ نواب صاحب بِدک کر اُچھلے اور

لڑکی کی پُشت پر ایک دھپ رسید کر دی۔ میں سمجھا تھا شائد اس پر ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ مگر لوگ ہنسنے لگے تھے۔ پھر یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ نواب صاحب اپنی چھڑی سنبھالے سارے ہال میں اس کے پیچھے دوڑتے پھرتے رہے۔ لڑکی دوڑ رہی تھی آرکسٹرا بج رہا تھا اور لڑکی کا گیت بھی جاری تھا۔ اب وہ گا رہی تھی کہ ایک لگڑ بگھا میرا پیچھا کر رہا ہے۔۔۔۔ مجھے بچاؤ۔۔۔۔ جھاڑیاں ہوا سے نہیں ہل رہی تھیں بلکہ ان میں لگڑ بگھا چھپا ہوا تھا مجھے بچاؤ۔ نواب صاحب بوڑھے تھے اور لڑکی بے حد پھرتیلی تھی وہ ہر بار ان کی چھڑی کی زد سے نکل جاتی تھی۔ اس کا جنگلی گیت بھی جاری تھا اور لوگ بے تحاشہ ہنس رہے تھے۔ آخر نواب صاحب اسی طرح دوڑتے ہوئے ایک بار ہال سے باہر ہی نکل گئے۔ اگر وہ زیادہ اُچھل کود مچاتے تو شاید اُٹھا کر باہر پھینک دیے جاتے۔ یہاں کی تفریح یہی ہے۔ اس وقت جوزف بھی ان کی تفریح کا باعث بن گیا ہوتا۔ لیکن میں نے اُسے قابو میں رکھا۔"

”خاصی دلچسپ جگہ ہے۔ اب جب بھی تشریف لائیے رانا صاحب اس خادم سیکرٹری کو نہ بھولیے۔“ صفدر نے مُسکرا کر کہا۔ پھر یک بیک سنجیدہ نظر آنے لگا۔ وہ کنکھیوں سے سُرخ ٹائی والے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے عمران کی طرف دیکھا جو سُرخ ٹائی والے کے پاس دو فوجی آفیسروں کو کھڑا دیکھ کر ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگا۔ ایک فوجی نے سوٹ کیس اُٹھایا اور دوسرا سُرخ ٹائی والے سے کچھ کہنے لگا۔

”اُٹھوں۔۔۔۔“ صفدر نے عمران سے پوچھا۔

”نہیں پیارے۔“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ٹھنڈک۔۔۔۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔“

”کیا مطلب۔“

"کچھ نہیں۔۔۔۔! تم شیری پیوگے یا شیرا۔ یہاں شاید بکری اور بکرا ابھی مل جائیں۔ چلو فکر نہیں اگر ایک طرف سے ٹھنڈک نصیب ہوئی ہے تو دوسری طرف سے یقیناً۔۔۔۔یقیناً۔۔۔۔اوہ۔۔۔۔وہ پھر آرہی ہے۔"

صفدر مُڑا۔ لڑکی تھرکتی ہوئی پھر اُدھر ہی آرہی تھی۔

"باس۔۔۔۔! میں پاگل ہو جاؤں گا۔" جوزف غرّایا۔

"نہیں۔۔۔۔ تم اُٹھ کر کام شروع کر دو۔۔۔۔ پانچ سو ڈنڈ اور دو ہزار بیٹھکیں۔"

"نہیں۔۔۔۔باس۔۔۔۔ نہیں مجھے بخار چڑھ آیا ہے۔"

بہری لڑکی پھر جوزف کی میز کے قریب رُک کر تھرکنے لگی۔

”اے۔۔۔۔!“ دفعتاً عمران غرّایا۔ ”تم ہماری توہین کر رہی ہو۔ ہماری موجودگی میں ہمارے ملازمین سے دل لگاتی ہو۔ آنکھیں لڑاتی ہو۔ ہماری ریاست میں ہوتیں تو ہم تمہیں بتاتے۔“

دفعتاً لڑکی اس کی طرف مڑی اور گانے لگی۔

”تم خزاں کے ببول ہو اور وہ آبنوس کا ہرا بھرا درخت ہے

تم ایک خارش زدہ مرغ ہو اور وہ چمکدار پہاڑی کوّا ہے

تم جھلسا دینے والی دوپہر ہو

اور وہ ایک ٹھنڈی اندھیری رات ہے

پھر بتاؤ میں تمہیں کیسے چاہوں“

یک بیک عمران بھی اُٹھ کر انگریزی میں حلق پھاڑنے لگا اُس کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے بہت زیادہ نشہ ہو گیا۔ وہ گا رہا تھا۔

"تم میٹھے پانی کی ایک سبک رو ندی ہو

اور میں ایک پیاسا ارنا بھینسا ہوں

ایک یتیم اور لاوارث بچھڑا

جس کی ماں دکھن کی طرف چلی گئی ہو

اور باپ اُتر کی طرف چرتے چرتے

دونوں نہ جانے کہاں جا نکلے ہوں

کیا تم مجھے ایک گھونٹ بھی نہ دو گی۔

تم میری ماں ہو۔

میں تمہارا باپ ہوں۔“

قہقہوں سے چھت اُڑی جارہی تھی۔ لڑکی بھی ہنس رہی تھی۔ جوزف بھی ہنس رہا تھا۔ لڑکی اب بھی تھِر کے جارہی تھی اور آرکسٹرا کان پھاڑ رہا تھا۔

عمران بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر سچ مچ یتیمی برسنے لگی تھی۔

اب صفدر کو سُرخ ٹائی والے کا ہوش آیا۔ وہ کرسی کی پُشت سے ٹکا ہوا سگار پی رہا تھا۔ سوٹ کیس اور دونوں فوجی غائب تھے۔

”کیا تم نہیں پیؤ گے۔“ دفعتاً لڑکی نے جوزف سے پوچھا۔

”ماہ۔۔۔۔!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں دھاڑا۔

"تم پر پھٹکار۔۔۔۔ خدا کرے تم بھی جلدی سے سرکنڈوں کی جھاڑیوں میں پہنچ جاؤ کالے سانپ بن کر۔" اس نے کہا۔۔۔۔ بوتل اور گلاس سمیٹے اور تھِرکتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔"

جوزف کانپ رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے جاڑا دے کر بخار آ گیا ہو۔ چہرہ سُت گیا تھا اور آنکھیں خوفزدہ تھیں۔ وہ اُٹھ کر اُسی طرح کانپتا ہوا عمران کی میز کے قریب آیا۔

"بھاگ چلو گورنر۔۔۔۔!" اُس نے کانپتی ہوئی اور خوفزدہ آواز میں کہا۔ "وہ کوئی بُری روح ہے۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ اس نے مجھے بد دُعا دی تھی۔۔۔۔ میرے مالک۔۔۔۔ سرکنڈوں کی جھاڑیاں۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"سرکنڈوں کی جھاڑیوں میں ان کی روحیں سانپ بن کر رہتی ہیں جن کی مشمبامشامباہڈیاں چبا جاتا ہے۔"

"کیا تمہیں شراب کی بُو سے بھی نشہ ہو جاتا ہے۔" عمران نے متحیّرانہ انداز میں کہا۔ "نہیں باس اس نے بد دُعا دی ہے۔ میرے مالک آج بدھ کی رات ہے۔۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔۔" جوزف اور تیزی سے کانپنے لگا۔

"بیٹھو۔۔۔۔!" عمران اس کی میز کی طرف اشارہ کر کے غرّایا۔

"رحم۔۔۔۔ رحم میرے۔۔۔۔ آج بدھ کی رات ہے۔۔۔۔ مشمبامشامبا۔"

"ہمارے ملک میں مشمبامشامبانہیں چلے گی۔ کیونکہ یہاں ہر وقت اس کا سینہ ہوائی جہاز چیرتے رہتے ہیں۔ بیٹھو۔۔۔۔ اس طرح نہ کانپو ورنہ بد ہضمی ہو جائے گی۔"

”ہیضہ بھی ہو سکتا ہے گورنر۔“ جوزف ہانپتا ہوا بولا۔ ”مشمبا مشامبا۔“

”کیا میں اُٹھوں اور یہیں شروع کر دوں۔“ عمران نے اُسے دھمکی دی اور جوزف اسی طرح کانپتا ہوا اپنی میز کی طرف مڑ گیا۔

”یہ مشمبا مشامبا کیا بلا ہے۔“ صفدر نے عمران سے پوچھا۔

”دریائے کانگو کے کنارے بسنے والوں کا دیوتا۔“ عمران بولا۔

”تم اسے طوفان کا دیوتا بھی کہہ سکتے ہو۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ اس دیوتا کی نذر ہوتے ہیں۔ ان کی روحیں سرکنڈوں کی جھاڑیوں میں سانپ بن کر رہتی ہیں۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کا دم ہی نکل جائے گا۔“ صفدر جوزف کی طرف دیکھ کر ہنسا۔ ”پتہ نہیں یہ جانور کہاں سے آپ کے ہاتھ لگا۔“

”بے حد ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔ شیروں سے لڑ جائیں گے۔ مگر مشمبا مشامبا جیسے توہمات سے ان کا دم نکلتا رہے گا۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی ہی رہی پھر صفدر نے کہا۔ ”اب ہم یہاں کیا کر رہے ہیں۔ اب تو سوٹ کیس بھی نکل گیا۔“

”اب ہم یہ سوچنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ لڑکی واقعی بہت حسین ہے۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”خدا رحم کرے اس کے حال پر۔“

اتنے میں صفدر نے دیکھا کہ سُرخ ٹائی والا بھی اُٹھ کر جا رہا ہے۔

”وہ جا رہا ہے۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”جانے دو۔“ عمران کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

صفدر بیک وقت بہت سے سوالات اس کے سامنے رکھنا چاہتا تھا مگر یہ سوچ کر خاموش رہ جاتا تھا کہ جوابات اوٹ پٹانگ ہی ہوں گے۔ لہٰذا اپنا مغز چٹوانے سے کیا فائدہ۔

"ہم شاید رات گزارنے کے لیے آئے ہیں۔" صفدر نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"اُٹھو یار۔۔۔!" عمران جھنجھلا کر بولا۔ "ایسا سیکرٹری نہیں چلے گا۔"

وہ اُٹھا اور پھر بیٹھ گیا۔ کیونکہ ابھی اسے بل کی قیمت ادا کرنی تھی۔

اُسے اُٹھتے دیکھ کر وہی ویٹر ان کی طرف جھپٹا تھا جس نے شراب کی کشتی لگائی تھی۔

بِل ادا کر کے عمران اُٹھ گیا اور صفدر نے جوزف کے چہرے پر اطمینان کی لہریں دیکھیں۔ وہ باہر آئے۔۔۔ ڈرائیور نے ان کے لیے پچھلی نشست کا

دروازہ کھولا اور وہ دونوں اندر بیٹھ گئے۔ جوزف ڈرائیور کے برابر جا بیٹھا اور کار چل پڑی۔

"کیوں زرّیں خاں۔" عمران نے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ "کیا باہر ملٹری کا ٹرک آیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"کتنے آدمی رہے ہوں گے اس پر۔"

"دس بارہ جناب۔"

"سب مسلح تھے۔"

"جناب۔"

پھر سکوت طاری ہو گیا۔

کار چلتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد یکا یک جوزف ہوائی فائر کرنے لگا۔

"ارے۔۔۔۔ ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔" عمران بوکھلا کر بولا۔

"میں اپنا خوف دُور کر رہا ہوں۔" جوزف نے سادگی سے جواب دیا۔

"او۔۔۔۔ ہاتھی کے پٹھے دونوں ریوالور مجھے دے دو۔ ورنہ ہم سب گاڑی سمیت بند کر دیے جائیں گے۔"

سڑک سنسان تھی ورنہ سچ مچ وہ کسی پریشانی میں پڑ جاتے۔

"تیزی سے نکل چلو زرّیں خاں۔" عمران نے کہا۔

"بہتر جناب۔"

تھوڑی دیر بعد صفدر بولا۔ ”عمران صاحب ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے۔ کوئی گاڑی پیچھے ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”پولیس۔“

”توقعات کم ہیں۔“

”پھر کون ہو سکتا ہے۔“

”انہی مُستقل ممبروں میں سے کوئی ہو گا۔ جنہوں نے آج سنجیدہ ترین رانا تہور علی صندوقی کو نشے میں گاتے دیکھا تھا۔“

”نگانہ نے بھی ایک بار مجھے ایسی ہی بددُعا دی تھی باس۔“ جوزف ان کی

طرف مُڑ کر بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔ صفدر بڑی شدّت سے بوریت محسوس کرنے لگا۔

"نگانہ کون تھی جوزف۔" عمران نے پوچھا۔ "آہ۔۔۔۔وہ قبیلے کی چاندنی تھی باس۔ مجھے چاہتی تھی۔ لیکن مجھے پالا داروں سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ آخر وہ انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی۔۔۔۔ اور جل کر اس نے مجھے یہی بد دُعا دی تھی، جو اس وقت اس سفید چڑیل۔"

"میں بھی بہت جلد ایک پالا دار کرنے والا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔ کرو بھی باس۔"

"پالا دار کیا۔۔۔۔!" صفدر نے پوچھا۔

"ان کی زبان میں جنگی مشاورت۔۔۔۔!" عمران نے جواب دیا۔

کار نیو کالونی میں مُڑ رہی تھی۔ صفدر نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپ نظر آرہے تھے۔ اس کے علاوہ پوری سڑک سنسان پڑی تھی۔

پھر کچھ دیر بعد بیوک رانا پیلس کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

کار سے اُترتے وقت صفدر نے ایک لمبی سی گاڑی دیکھی جو پھاٹک کے پاس سے گزر رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ یہی ہمارے پیچھے تھی۔" صفدر نے کہا۔

"رہی ہوگی۔" عمران کے لہجہ میں لاپروائی تھی۔

یک بیک جوزف چونک کر اُچھل پڑا اور بھرّائی ہوئی آواز میں چیخا۔

"سانپ۔"

”کیوں دماغ خراب ہو رہا ہے۔۔۔۔ کیا میں تمہارا سارا خوف جھاڑ دوں۔“

عمران نے غصّیلے لہجے میں کہا۔

”آہ۔۔۔۔ بُری روحیں میرے گرد منڈلانے لگی ہیں باس۔“ اس کا لہجہ خوفزدہ اور دردناک تھا۔

”اندر چلو۔۔۔۔!“ عمران نے اس کی گردن دبوچ کر دھکا دیا۔ پھر صفدر سے بولا۔ ”آج ہم یہیں رات بسر کریں گے۔“

۵

معاملہ اسی رات پر نہیں ٹل گیا تھا۔ صفدر کو دو راتیں رانا پیلس میں گزرانی پڑیں۔ وہاں کے ملازمین اس طرح عمران کا ادب کرتے تھے جیسے وہ سچ مچ رانا تہور علی صندوقی ہو اور ہمیشہ یہیں رہتا ہو۔ جوزف بھی ساتھ ہی تھا۔ اُسے ڈنڈ پیلتے اور کراہتے دیکھ کر صفدر بے تحاشہ قہقہے لگاتا اور کبھی عمران کی اس حماقت پر سر پیٹ لینے کو دل چاہتا۔ آخر جوزف جیسے ناکارہ آدمی کو رکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ اس رات اگر واقعی سڑک سنسان نہ ہوتی تو فائروں کی

آوازیں انہیں حوالات تک تو پہنچا ہی دیتیں۔

عمران تین دن سے نہ خود اپنے فلیٹ میں واپس آیا۔ اور نہ صفدر ہی کو آفس جانے دیا تھا۔ یا تو وہ دونوں مختلف تفریح گاہوں میں چکر لگاتے رہتے یا ان کا وقت رانا پیلس ہی میں گزرتا۔

پچھلی رات وہ بڑے آدمیوں کے نائٹ کلب میں بھی گئے تھے لیکن صفدر کو وہاں بہری رقاصہ نہیں نظر آئی تھی۔ اس کی جگہ ایک اسپینی عورت تھِرک رہی تھی۔ جوزف بھی ساتھ تھا لیکن دوسری رقاصہ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں سے خوف غائب ہو گیا تھا۔ وہ خوش نظر آنے لگا تھا۔ چمکنے لگا تھا اور واپسی پر اُس نے عمران سے ایک بوتل کی فرمائش کی تھی۔

وہ کلب سے واپس آ گئے تھے اور اب تک کوئی خاص بات ظہور میں نہ آئی تھی۔ اس وقت ناشتے کی میز سے اُٹھے تھے اور بر آمدے میں بیٹھے اونگھ رہے

تھے۔ صفدر کی تو یہی کیفیّت تھی۔ عمران کا جو حال رہا ہو۔ پچھلی رات وہ تقریباً ڈھائی بجے کلب سے واپس آئے تھے اور پھر صبح انہیں جلدی اُٹھ جانا پڑا تھا۔ ٹھیک چھ بجے وہاں زور دار آواز والا گھنٹہ بجتا تھا اور اس کی آواز اس وقت تک جاری رہتی تھی جب تک ایک ایک فرد بیدار نہیں ہو جاتا تھا۔ صفدر نے اس حماقت کی وجہ پوچھی تھی اور عمران نے اسے بتایا تھا کہ رانا تہور علی صندوقی کی بیداری کا یہی وقت ہے خواہ ایک ہی گھنٹہ پہلے سویا ہو۔

صفدر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے سے بور ہو رہا تھا۔ دفتر میں کم از کم بزنس کے کاغذات ہی سامنے ہوتے تھے اور اس کا ذہن اُلجھا رہتا تھا۔ یہاں تو بس بے کاری میں اس بہری لڑکی کا تصوّر اس کے ذہن پر اس بُری طرح مسلط ہو کر رہ گیا تھا کہ اسے بعض اوقات خود پر غصّہ آنے لگتا تھا۔

وہ بے حد حسین تھی۔۔۔۔ بڑی دلکش تھی اور اس کے تھِرکنے کا انداز ایسا تھا

کہ تصوّر ہی سے دل میں گُدگُدیاں ہونے لگتی تھیں۔ صفدر اس کے خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرنے لگا۔

یک بیک اسے ایک شکستہ حال لڑکا نظر آیا جو پھاٹک سے گزر کر پورچ کی طرف آرہا تھا۔۔۔ اس وقت پھاٹک پر چوکیدار نہیں تھا۔ لڑکا ابھی آدھے ہی راستے میں تھا کہ ملازم نے اسے للکارا۔

"آنے دو۔" عمران نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

لڑکا قریب آگیا۔ لیکن پھر وہ برآمدے کی سیڑھیوں ہی پر رُک گیا۔

"کیا بات ہے۔۔۔ آؤ۔" عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

لڑکا اُوپر آگیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہاں کوئی جوزف صاحب ہیں ان کے نام میرے پاس ایک خط ہے۔"

"لاؤ۔۔۔۔!"

عمران نے ہاتھ بڑھا دیا۔ لڑکے نے اپنے پھٹے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکالا۔ صفدر اُسے کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ لفافہ نیلے رنگ کا تھا اور اس پر سیاہ روشنائی سے مسٹر جوزف تحریر تھا۔

"کس نے دیا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"ایک میم صاحب تھیں۔" لڑکے نے جواب دیا۔ "انہوں نے مجھے ایک اٹھنی دی تھی۔۔۔۔جی ہاں۔"

"کہاں ملی تھی۔"

"تیرہویں سڑک پر اُنہوں نے آپ کا پتہ بتایا تھا۔"

عمران نے بھی جیب سے اٹھنی نکال کر اسے دی۔

پھر لڑکے کے چلے جانے پر اس نے جوزف کو طلب کیا۔

”یہ تمہارا خط ہے۔“

”میرا خط باس۔“ جوزف نے حیرت سے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔کیا تمہیں پڑھنا آتا ہے؟“

”تھوڑا بہت۔۔۔۔ مگر مجھے یہاں کون خط لکھے گا۔ میں تو کسی کو بھی نہیں جانتا۔“

”اسے کھول کر پڑھو۔“

جوزف نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لفافہ چاک کر کے خط نکالا۔ لیکن تحریر پر

نظر ڈالتے ہی اس کا چہرہ ادھ پکی جامنوں کا سا نکل آیا۔ یہ کیفیّت انتہائی غصّے کے عالم میں ہوتی تھی۔ صفدر اُسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس کے چہرے پر پھر ہوائیاں اُڑتی دیکھیں۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے خط عمران کی طرف بڑھا دیا اور بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دیکھو۔۔۔۔ باس۔"

عمران نے تحریر پر نظر ڈالی اور صفدر کی طرف بڑھاتا ہوا مردہ سی آواز میں بولا۔ "میں تو سمجھا تھا کہ وہ رانا تہور علی صندوقی کو پسند کرے گی۔"

تحریر تھی۔

پیارے چمک دار کوّے۔

میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ میں تمہیں بے حد چاہتی ہوں۔

کلب میں تم خواہ مخواہ مجھ سے خفا ہو گئے تھے اور میں نے جل کر تمہیں بد دُعا دی تھی۔ اسے یاد رکھو کہ اگر تم نے میری محبّت کا جواب محبّت سے نہ دیا تو میری بد دُعا اپنی جگہ پر اٹل رہے گی۔ میرے دل کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اپنے چہرے کی سیاہی پر نہ جاؤ۔ مجھے ہر کالی چیز بہت پسند ہے۔ کالے جوتے سے لے کر سیاہ فام جوزف تک۔ اگر آج شام کو تم گرین پارک میں مجھ سے نہ ملے تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ بُری بد دُعا دوں گی۔

مثلاً سانپ اور چھچھوندر والی بد دُعا۔۔۔ مرغ اور گیدڑ والی بد دُعا۔۔۔ دودھ اور شکر قند والی بد دُعا۔۔۔ اس لیے آج ضرور ملو۔۔۔ ورنہ میں تمہاری قبر پر بھی دوپہر کی چیل کی طرح منڈلاتی رہوں گی۔ اور تمہاری ماں تمہاری سوکھی کھوپڑی میں پانی پیئے گی۔

فقط

”کلب والی بدروح“

”یہ بکواس ہے۔“

صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا جسے اتّفاق سے بہری لڑکی کے اس غلط انتخاب پر غصّہ آ گیا تھا۔

”تم بڑے خوش قسمت ہو جوزف۔“ عمران نے شاہانہ انداز میں کہا۔ ”ہم خوش ہیں۔“

”میں مرا جارہا ہوں۔۔۔۔ باس۔ اگر نہیں جاتا تو یہ بد دُعائیں۔۔۔۔ میرے مالک۔“ وہ خاموش ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگا۔ صفدر کو ہنسی آ گئی۔ لیکن عمران نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

”کیوں تم جانے سے کیوں ڈر رہے ہو؟“

"اس نے لکھا ہے کہ میں تمہیں چاہتی ہوں۔" جوزف نے اس طرح کانپتے ہوئے جواب دیا جیسے "چاہنا" بھی مار ڈالنے کی دھمکی ہو۔

"کاش وہ ہمیں چاہتی ہوتی جوزف۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر دردناک آواز میں بولا۔

"تو پھر اس سے کہو باس کہ وہ تمہیں چاہنے لگے۔" جوزف نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"اس سے ملو اور اُسے اس بات پر آمادہ کرو کہ وہ مجھے چاہنے لگے۔" عمران نے کہا۔

"میں اکیلے تو ہر گز نہ جاؤں گا۔" جوزف گڑ گڑایا۔

"نہ جاؤ گے تو تمہاری کھوپڑی میں گی گوڈا کے اُلّو کی روح گھس جائے گی۔"

"باس۔" جوزف اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر چیخا۔

"مگر میں کوئی بُری روح نہیں ہوں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "کانوں سے اُنگلیاں نکالو۔۔۔۔ ٹھیک۔۔۔۔ تمہیں آج اس سے ملنا پڑے گا۔۔۔۔ سمجھے۔ نہ ملے تو کل سے پانچ ہزار ڈنڈ اور پندرہ ہزار بیٹھکیں۔

"ارے مر گیا۔" جوزف آنکھیں میچ کر کراہا۔

"تمہیں جانا پڑے گا۔"

"میرے باپ نے کہا تھا۔" جوزف گلوگیر آواز میں بولا۔ "عورت سے ہمیشہ دُور رہنا۔ ورنہ تمہاری کھال ہڈیوں سے لپٹ کر رہ جائے گی۔" "لیکن میں اُسے ہڈیوں پر سے بھی اُتار لوں گا۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "بس

جاؤ۔"

جوزف بھرّائی ہوئی آواز میں کچھ بڑبڑاتا اندر چلا گیا۔

"اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔" صفدر بولا۔

"اندھیرے اور اُجالے کی کہانی۔" عمران مُسکرایا۔۔۔۔ "بس دیکھتے جاؤ۔ یہ حالات میری کھوپڑی کو بھی قلابازیاں کھلا رہے ہیں۔ اس لڑکی کا کلب میں پایا جانا ہی میرے لیے قطعی غیر متوقع تھا۔"

"آپ کے لیے وہ غیر متوقع تھا اور میرے لیے یہ غیر متوقع ہے کہ دلکشا کی کوئی لڑکی پیشہ ور رقاصہ بھی ہو سکتی ہے۔"

"دلکشا کے متعلق تمہاری معلومات سیکنڈ ہینڈ ہیں۔ تم چھ ماہ پہلے کی بات کر رہے ہو۔"

”کیا مطلب۔“

”جن لڑکیوں کی بات تم کر رہے تھے وہ آج کل یہاں نہیں ہیں۔ پورا خاندان باہر ہے اور دلکشا کرائے پر اُٹھا دی گئی ہے۔۔۔۔ اور اب یہاں جو خاندان آباد ہے اس میں سب کسی نہ کسی قسم کے آرٹسٹ ہیں۔“

”اوہ۔۔۔۔ یہ بات ہے۔ تب تو کوئی بات بھی غیر متوقع نہیں ہے۔“

”ایک بات اور اُلجھن پیدا کر رہی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”وہ کیا۔“

”جب وہ آلہ سماعت استعمال کرتی ہے تو اس نے اُس رات ہمیں چیخنے پر کیوں مجبور کیا تھا۔“

”اوہ۔۔۔۔اس کے بارے میں تو میں بھی کئی بار سوچ چکا ہوں۔“

”کمرہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لیے آواز باہر نہیں جا سکتی تھی۔ مگر اب یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ اُسے ساؤنڈ پروف کب بنایا گیا تھا۔ وہ پہلے ہی سے ایسا تھا یا عمارت کے کرایہ پر اُٹھ جانے کے بعد اسے ساؤنڈ پروف بنایا گیا تھا۔“

”بیکار ہے عمران صاحب۔“ صفدر سر ہلا کر بولا۔ ”اگر پورے حالات سے آگاہی ہو تو ان پر غور کر کے نتائج بھی اخذ کیے جا سکتے ہیں ورنہ۔۔۔۔اس طرح۔“

”پھر دیکھیں گے۔“ عمران نے اُٹھ کر کہا۔ ”میں اس وقت صرف اونگھنے کے موڈ میں ہوں۔“

”صرف ایک بات! جوزف کو آپ کیوں بھیج رہے ہیں۔ وہ نرا گاؤدی ہے اگر

اس نے ہمارا راز ظاہر کر دیا تو۔“

”اسے ہینڈل کرنا مجھے خوب آتا ہے۔ کام کی بات سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھے گا۔“

۶

گرین پارک میں صفدر جوزف کا منتظر تھا۔ وہ اس سے ایک گھنٹہ پہلے وہاں پہنچا تھا۔ یہاں آنے سے پہلے عمران نے اس کے چہرے کی خاص مرمّت کی تھی اور اب وہ رانا تہور علی کا سیکرٹری نہیں معلوم ہوتا تھا۔

وہ شام کا ایک اخبار کھولے ہوئے کبھی کسی بینچ پر جا بیٹھتا اور کبھی ہری بھری گھاس پر۔۔۔۔ چھ بجے جوزف نظر آیا جو سفید لباس میں دُور ہی سے چمک رہا

تھا۔

پھر تھوڑی دیر بعد بہری لڑکی بھی دکھائی دی۔ صفدر اُٹھ کر ٹہلنے لگا تاکہ ان کے قریب ہی رہ سکے۔ لڑکی تنہا تھی اور جوزف کی طرف تیر کی طرح آرہی تھی۔

صفدر نے قریب سے جوزف کا حُلیہ دیکھا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔

لڑکی اس کے قریب پہنچ کر چہکی۔۔۔۔ "ہیلو۔۔۔۔ گریٹ میں! میں تو سمجھی تھی کہ تم نہ آؤ گے۔ آؤ۔۔۔۔ ادھر بیٹھو۔"

دونوں ایک خالی بینچ پر بیٹھ گئے۔ صفدر نے محسوس کیا کہ وہ آس پاس والوں کی توجّہ کا مرکز بن گئے ہیں۔ اس نے بھی قریب ہی گھاس پر بیٹھ کر اخبار پھیلا

دیا۔ وہ اس وقت خالی الذّہنی کی بہترین ایکٹنگ کر رہا تھا۔ اس کی نظریں اخبار پر تھیں اور کان ان کی آوازوں کی طرف۔

"کیا تم مجھ سے خفا ہو۔" لڑکی نے جوزف سے پوچھا۔

"دیکھو مسّی!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں ایک سیدھا سادہ فائٹر ہوں۔ مجھے اس سے پہلے کبھی محبّت کرنے کا اتّفاق نہیں ہوا۔ تم میرے باس سے کیوں محبّت نہیں کر لیتیں۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" لڑکی نے غضّیلے لہجے میں کہا۔ "مجھے تم سے محبّت ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔ میں۔"

"تمہارا باس تمہیں کیا دیتا ہے۔'

”مہینے میں پینتالیس بوتلیں۔ کھانا۔۔۔۔ کپڑا۔۔۔۔ اور کیا چاہیے۔“

”میں تمہیں اس سے بہتر ملازمت دِلوا سکتی ہوں۔ مہینے میں سو بوتلیں کھانا، کپڑا اور کچھ نقدی بھی۔“

”میں تو صرف اس کی ملازمت کرتا ہوں جو مجھے فری اسٹائل ریسلنگ یا باکسنگ میں شکست دے سکے۔“

”اس نے تمہیں شکست دی تھی۔“ لڑکی متحیّرانہ لہجے میں پوچھا۔

”یقیناً۔۔۔۔ اور مجھ جیسے دس آدمیوں کو بیک وقت شکست دے سکتا ہے۔ وہ کسی ارنے بھینسے کی طرح ٹھوس اور مضبوط ہے۔“

”تم بکواس کر رہے ہو۔“

”یقین کرو مسّی! اس نے نیٹال میں مجھے شکست دی تھی۔“

”نیٹال۔۔۔۔ کیا وہ افریقہ ہو آیا ہے۔“

”ہر تیسرے سال جاتا ہے۔ بہت دولتمند آدمی ہے۔ رانا آف رنگم نگر۔“

”ہو گا دولت مند۔۔۔۔ مگر ہے کنجوس۔ مہینے میں صرف پینتالیس بوتلیں۔ چھی چھی۔۔۔۔ کیا ڈیڑھ بوتل یومیہ سے تمہارا کام چل جاتا ہے۔“

”نہیں چلتا۔۔۔۔ مگر پھر کیا کروں۔۔۔۔ اگر کوئی مجھے شکست دے دے۔ تب ہی میں اس کی ملازمت چھوڑ سکتا ہوں۔ یہ میرا اُصول ہے۔“

”اگر وہ بے چاری کوئی عورت ہو تو تمہیں کیسے۔۔۔۔ شکست دے گی۔“

جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں پھر اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

”عورت کی نوکری۔۔۔۔ تھو!“ اس نے تنفّر آمیز انداز میں زمین پر تھوک دیا۔

”تم میری توہین کر رہے ہو چمکدار آدمی۔“

”میں کسی کی توہین نہیں کر رہا۔ میں نے اپنے دل کی بات بتائی ہے۔“

”تم عجیب آدمی ہو! نہ محبّت کر سکتے ہو اور نہ ملازمت۔ بس پھر تم اس لائق ہو کہ تمہاری ماں تمہاری کھوپڑی میں پانی پیئے۔“

”نہیں۔۔۔۔ مسّی۔۔۔۔ نہیں۔ خدا کے لیے بد دُعا نہ دو۔ مقدس باپ جوشوا نے مجھے تعلیم دی تھی کہ یہ سب توہمات ہیں ان کی پرواہ نہ کرو۔ مگر میں ڈرتا ہوں۔۔۔۔ تمہیں آسمانی باپ کی قسم اب ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالنا۔“

”اگر تم اپنے موجودہ باس کو چھوڑ کر میرے پاس نہیں چلے آتے تو میری بد

دُعائیں تمہارا مقدر بن کر رہ جائیں گی۔"

"میں کیا کروں۔۔۔۔ میں کیا کروں۔" جوزف دونوں ہاتھوں سے اپنے ننھے ننھے گھنگھریالے بال نوچنے لگا۔

"چلو شاید تم پینے کی ضرورت محسوس کر رہے ہو۔ میں تمہیں پلاؤں گی۔"

"نہیں مسّی! میں صرف اپنے کمرے میں پیتا ہوں۔ اور بہت زیادہ نشے کی حالت میں باہر نہیں نکلتا۔ میری بھی سُن لو۔ میں کہتا ہوں میرے باس سے محبّت کرو۔ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ اس کا باپ بھی یقیناً اچھا آدمی ہو گا۔"

"اچھا جوزف تم پر شامبا۔"

"مسّی!" جوزف خوفزدہ آواز میں چیخا۔ اور آس پاس کے لوگ چونک پڑے۔ مگر لڑکی اس سے لاپرواہ معلوم ہو رہی تھی کہ ایک پبلک پارک میں ہے۔

”کچھ بھی ہو تمہیں میرے پاس آنا پڑے گا۔ ورنہ میں تمہیں اسی طرح بد دُعائیں دیتی رہوں گی۔“

”نہیں۔۔۔۔ مسّی بد دُعائیں نہیں۔“ وہ جلدی سے بولا۔ ”میں سوچوں گا۔ سوچ کر جواب دوں گا۔“ جوزف بہت زیادہ نڈھال نظر آنے لگا۔

۷

دوسرے دِن عمران جوزف سے کہہ رہا تھا۔ ''تمہیں اس کی ملازمت کرنی پڑے گی۔''

''باس۔۔۔۔!'' جوزف چیخا۔ ''کوئی عورت مجھے حکم نہیں دے سکتی۔''

''ابے تو کیا میں عورت ہوں۔''

”میں اس سفید چڑیل کی بات کر رہا ہوں۔“

”خبر دار وہ سفید گلہری ہے اور کالے پہاڑ سے عشق کرتی ہے۔ جوزف بکواس بند تم اسے یوں سمجھو کہ وہ میرے دُشمنوں کی پارٹی سے تعلّق رکھتی ہے۔ تم نوکر میرے ہی ہو لیکن کچھ دِن اُس کے ساتھ کام کرو گے۔ تم سے وہ جو کام بھی لینا چاہے اس کی اطلاع مجھے دیتے رہنا۔۔۔ کیا سمجھے۔“

”اوہ تو یہ کیوں نہیں کہتے باس۔ میں ضرور جاؤں گا۔“ جوزف خوش ہو کر بولا۔ ”تمہارے دُشمنوں کی کھوپڑیاں چباؤں گا۔“

”لیکن اسے میرے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہونے پائے۔“

”ہر گز نہیں باس۔ اندھیرے کے شکار میں مجھے بڑا مزہ آتا ہے۔۔۔ میں ضرور جاؤں گا اور آج ہی جاؤں گا۔“

”کہاں جاؤ گے۔“

”وہ آج شام کو اپنا پتہ بھجوائے گی۔ اُس نے کہا تھا کہ اگر نوکری کا فیصلہ کر و تو اسی پتہ پر آجانا۔“

لیکن اسی شام کو عمران نے ایک بار پھر صفدر کو چکر میں ڈال دیا۔ اس کے ہاتھ میں شام کا ایک اخبار تھا۔ اُس نے اسے ایک اشتہار دکھایا جس کی سُرخی تھی۔

”چوہے ماریے“

”کیا مطلب!“ صفدر نے متحیّرانہ انداز میں پوچھا۔

”شتر مرغ مارنے کے لیے نہیں لکھا گیا۔“ عمران نے غضّیلے لہجے میں کہا۔

”ہاں میں سمجھتا ہوں کہ چوہے مارنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا شتر مرغ مارنا۔

لیکن آپ مجھے یہ اشتہار کیوں دکھا رہے ہیں۔"

یہ کسی دوا کا اشتہار تھا جسے آٹے کی گولیوں میں چوہے مارنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ عمران تھوڑی دیر تک صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "یہ پیشہ بھی بُرا نہیں رہے گا۔ جب کہ اتنی سی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔"

"آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"کیا تمہیں یاد نہیں کہ ہمارے روانگی کے وقت۔ اس بہری قتالۂ عالم نے چوہے کی فرمائش کی تھی۔"

"اوہ۔۔۔۔ تو اس اشتہار کا اس سے کیا تعلّق۔" صفدر کو عمران کا مینڈک یاد آ گیا۔"

”یہ اشارہ ہے کہ ہمیں آج وہاں پہنچنا چاہیے۔ جس رات ہم گئے تھے اُسی شام کو اس اخبار میں مینڈکوں سے متعلّق ایک مضمون شائع ہوا تھا۔۔۔۔ وہ اشارہ تھا۔۔۔۔ اور میں نے وہاں پہنچ کر اس دل آرام اور دل آرا کی خدمت میں مینڈک پیش کیا تھا۔ آج چوہے کی نذر گزاریں گے۔“

صفدر کچھ نہ بولا۔ لیکن وہ اس مسئلے پر دیر تک غور کرتا رہا۔ عمران تو کبھی کا کمرے سے جا چکا تھا۔ پھر صفدر اسی کمرے میں تھا کہ دوبارہ آکر اُسے جوزف کی روانگی کی اطلاع دی۔ ”پتہ دلکشا ہی کا دیا ہے۔“صفدر نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔۔!“

”عمران صاحب! کہیں ہم ہی دھوکا نہ کھا رہے ہوں۔“صفدر نے کہا۔

”کیسے۔۔۔۔؟“

”اُسے ہماری اصلیّت کا علم ہو گیا ہو۔“

”یہ کس بنا پر کہہ رہے ہو۔“

”آخر وہ جوزف کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔“

”یہی دیکھنا ہے۔“

”لیکن اگر ہم اس چوہے دان میں پھنس گئے تو۔۔۔۔ مطلب یہ کہ اس ساؤنڈ پروف کمرہ میں۔“

”دیکھا جائے گا۔ میں ایسے حادثات کے لیے ہر وقت تیّار رہتا ہوں۔“ عمران نے لاپروائی سے کہا اور بات آئی گئی ہو گئی۔

۸

جولیا کے فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور اُٹھالیا۔

"ایکس ٹو۔۔۔۔" دوسری طرف سے بھرّائی سی آواز آئی۔

"یس سر۔"

"دلکشا میں اس وقت کل کتنے آدمی ہیں۔"

”کل تک دو آرٹسٹ تھے۔ وہ دونوں چلے گئے۔“

”کہاں چلے گئے۔“

”یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ ریلوے اسٹیشن گئے تھے اور تھرٹین اپ میں بیٹھ گئے تھے۔

”اب کتنے آدمی ہیں۔“

”کوئی بھی نہیں۔ صرف ایک لڑکی اور جی ہاں آدھے گھنٹے پہلے کی خبر ہے کہ عمران کا نیگرو ملازم جوزف بھی وہاں دیکھا گیا ہے۔“

”آج تمہارے آدمی اس وقت تک اس عمارت کے آس پاس رہیں گے۔ جب تک کہ میری طرف سے کوئی دوسری اِطّلاع نہ ملے۔“

”بہت بہتر جناب۔“

”اُن سے کہہ دو کہ توجّہ زیادہ تر عقبی پارک پر رہے۔ انہیں وہاں جو کچھ بھی نظر آئے اس میں دخل انداز نہ ہوں۔ مثال کے طور پر اگر کسی کو دیوار پر چڑھتے دیکھیں یا غیر قانونی طور پر عمارت میں داخل ہوتے دیکھیں تو اُسے للکارنے یا روکنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر انہیں اُدھر کی کسی کھڑکی میں شعلہ نظر آئے تو بے دریغ عمارت میں گھُس پڑھیں اور اس کھڑکی تک پہنچنے کی کوشش کریں جس میں شعلہ نظر آیا ہو۔“

”بہت بہتر۔“

”اور۔۔۔ تم! تمہیں بھی ایک کام کرنا ہے۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے گھر سے نکلو۔ تمہیں کسی سے ایک سوٹ کیس ملے گا۔ اُسے لے کر کیفے وکٹوریہ میں چلی جانا اور کسی ایسے آدمی کا انتظار کرنا جو تم سے وہ سوٹ کیس لے جائے۔

ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ تم اُسے اپنے گھر واپس لے آؤ۔ یہ اُسی صورت میں ہو گا جب ساڑھے گیارہ بجے تک کوئی آدمی سوٹ کیس کی طرف متوجّہ نہ ہو۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے کیفے وکٹوریہ سے تمہاری واپسی ہونی چاہیے۔"

"یعنی اگر کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو سوٹ کیس کا مطالبہ کرے تو وہ سوٹ کیس میں واپس لاؤں گی۔"

"قطعی طور پر۔۔۔۔!"

اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔۔۔۔ جولیا۔۔۔۔ نے گھڑی کی طرف دیکھا ساڑھے سات بجے تھے۔ ایکس ٹو نے ساڑھے آٹھ بجے گھر سے نکلنے کی ہدایت دی تھی۔ لیکن اُسے سوٹ کیس کہاں ملے گا۔ اس نے وضاحت نہیں کی تھی۔

ساڑھے آٹھ بجے وہ گھر سے نکلی۔۔۔۔ کمپاؤنڈ طے کر کے پھاٹک کی طرف جا رہی تھی کہ آواز آئی ٹھہریئے مادام۔"

وہ چونک کر مُڑی کر اٹا کی باڑھ کے پیچھے کوئی آدمی کھڑا تھا۔ فاصلہ تین یا چار گز رہا ہو گا۔۔۔۔ اُسے رُکتے دیکھ کر تاریک سایہ اُس کی طرف بڑھا۔ پھر ایک ہاتھ اُٹھا۔ چھوٹا سا سوٹ کیس اس کے ہاتھ میں صاف دیکھا جا سکتا تھا۔

جولیا نے ہاتھ بڑھا کر سوٹ کیس لے لیا اور چُپ چاپ پھاٹک کی طرف بڑھ گئی۔

۹

سنّاٹے سے اُکتا کر تاریکی گویا جھینگروں کی جھائیں جھائیں کی شکل میں بول پڑی تھی۔ جیسے دلکشا کی نچلی منزل کی ایک کھڑکی میں سبز روشنی نظر آئی۔ صفدر اور عمران جھاڑیوں سے نکل کر عمارت کی طرف بڑھے۔

پچھلی بار کی طرح آج بھی انہیں پائپ کے سہارے اُوپری منزل کی کھڑکی تک پہنچنا پڑا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ کمرے کے اندر تھے۔

عمران نے سوئچ بورڈ ٹٹول کر کمرے میں روشنی کی۔ روشنی ہوتے ہی کھڑکی کی خلا بھی غائب۔ لیکن عمران نے کوئی دوسرا سوئچ آن کر کے وہ سفید چادر سی ہٹا دی جو کھڑکی کی خلا پر پھیل گئی تھی۔ کھڑکی کے پٹ تو اس نے پہلے ہی بند کر دیئے تھے۔ کمرے میں انہیں کوئی تبدیلی نہیں نظر آئی۔۔۔۔ لیکن اچانک صفدر چونک کر آتشدان کے بُت کو گھورنے لگا۔ آج اس کی آنکھیں سُرخ تھیں اور وہ بڑا خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ صفدر نے عمران کو بھی اسی طرف متوجّہ پایا وہ متحیّرانہ انداز میں اپنی پلکیں جھپکا رہا تھا۔

بُت کی سُرخ آنکھیں۔۔۔۔ صفدر کو ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ قہر آلود نظروں سے انہیں گھور رہا ہو۔ پھر آہستہ آہستہ یہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ وہ سُرخ رنگ کی روشنی تھی۔ غالباً بُت کے اندر سُرخ رنگ کا بلب روشن تھا۔

"تم کون ہو۔" یک بیک بُت سے آواز آئی اور عمران بوکھلاہٹ میں جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اسے پیش کرنے دوڑا۔۔۔۔ پھر آتشدان کے قریب جا کر تیزی سے مُڑا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر صفدر کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ صفدر تو پہلے ہی سے دم بخود تھا اور سوچ رہا تھا کہ بُرے پھنسے اُسے عمران پر غصّہ آنے لگا کیونکہ اُس نے پہلے ہی اس سے کہا تھا کہ کہیں آج وہ کمرہ ہمارے لیے چوہے دان ہی نہ بن جائے۔۔۔۔ لیکن عمران نے پرواہ نہیں کی تھی۔

دفعتاً صفدر چونک پڑا کیونکہ اُس نے بہری رقاصہ کی آواز سُنی تھی۔ مگر یہ آواز عمران کے منہ سے نکل رہی تھی۔ وہ بُت کے قریب منہ لے جا کر کہہ رہا تھا۔ "یہ سب ٹھیک ہے۔ پہلے مجھے شُبہ ہوا تھا۔ لیکن میں اُس کی مونچھیں اکھڑوانے کی کوشش کر چکی ہوں۔ نہیں اکھڑیں۔۔۔۔ میک اپ نہیں ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" بُت سے آواز آئی۔ "اسی طرح محتاط رہو۔ پچھلی بار مجھے اُس کی کھانسیوں پر شبہ ہوا تھا۔ اب اپنا سوئچ آن کر دو۔"

بُت کی آنکھوں کی سُرخ روشنی غائب ہو گئی۔ عمران بڑی تیزی سے بُت کو ٹٹول رہا تھا۔ پھر اس نے جیب سے چاقو نکالا اور ایک تار کاٹنے لگا جو بُت کی پُشت سے نکل کر دیوار میں غائب ہو گئے تھے۔

ٹھیک اسی وقت دروازہ کھلا اور بہری لڑکی جوزف کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔

صفدر کی پُشت عمران کی طرف تھی اس لیے لڑکی کی نظر سب سے پہلے صفدر ہی پر پڑی اور وہ یہ نہ دیکھ سکی کہ عمران کیا کر رہا ہے۔

ان دونوں کے کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا اور لڑکی نے

جوزف سے کہا۔ پکڑو ان چوروں کو۔۔۔۔مارو۔

لیکن صفدر بھی غافل نہیں تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا ریوالور نکل آیا اور وہ دونوں جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ عمران اس سے لاپرواہ تار کاٹنے میں مشغول رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے گردوپیش کی خبر ہی نہ ہو۔

جوزف اور لڑکی نے اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھا لیے تھے۔ جب عمران تار کاٹ چکا تو لڑکی کی طرف مُڑ کر بولا۔ ”قریب آؤ۔۔۔۔میں تمہارے کان میں کھانسوں گا۔“ اس کے صرف ہونٹ ہل کر رہ گئے آواز نہیں نکلی۔

”ہاں تم۔۔۔۔ بولو گی کیسے کیونکہ اس وقت تمہارے کان پر آلہ سماعت کا سیٹ موجود نہیں ہے۔۔۔۔ خیر ہونٹ ہی ہلاتی رہو۔ جب تمہارے ہونٹ ہلتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شفق کی دو پارٹیاں آپس میں کبڈی کھیل رہی ہوں۔

عمران اس وقت اپنی اصلی آواز میں بول رہا تھا اور جوزف کی آنکھیں حیرت کے مارے باہر نکل پڑ رہی تھیں۔

دفعتاً عمران نے اس سے کہا۔

"تم زمیں پر لیٹ جاؤ۔"

جوزف نے چُپ چاپ تعمیل کی۔ عمران کا میک اپ میں ہونا اس کے لیے بعید از عقل نہیں تھا کیونکہ وہ اسے کئی دِن سے رانا تہور علی کے میک اپ میں بھی دیکھتا رہا تھا۔

"او کوّے تم اتنی بزدلی کیوں دکھا رہے ہو۔" لڑکی جھنجھلا کر بولی۔

"وہ کائیں کائیں نہیں کرے گا۔" عمران نے مُسکرا کر کہا۔ "اور اگر کرے بھی اس کی آواز تمہارے کانوں تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔"

”تو کیا تم مجھے بہری سمجھتے ہو۔“ لڑکی بڑے دلآویز انداز میں مُسکرائی۔

”جو سمجھتا ہو اللہ کرے خود اندھا ہو جائے۔“ عمران نے بوڑھی عورتوں کی طرح انگلیاں چٹخا کر سُنا دیا۔

لڑکی ہنسنے لگی وہ بڑے اچھے موڈ میں معلوم ہوتی تھی۔

”تم کوئی بھی ہو چالاک اور دلچسپ معلوم ہوتے ہو۔“ اس نے کہا۔

”اتنا دلچسپ کہ بعض لڑکیاں پیار سے حلوہ کہتی ہیں۔“

”اگر یہ تمہاری اصل آواز ہے تو مجھے یاد پڑتا ہے کہ اسے میں پہلے بھی کہیں سُن چکی ہوں۔“

”اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم وقت گزارنے کی کوشش کر رہی ہو۔

کیوں؟ مدد کا انتظار ہے۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں مدد ضرور آئے گی جبکہ میں اس بُت نماٹرانسمیٹر کا تار کاٹ چکا ہوں۔"

لڑکی نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر مضبوطی سے اپنے ہونٹ بند کر لیے۔

"تار کٹنے پر دوسری جانب یقینی طور پر اس کا ردِ عمل ہوا ہو گا۔۔۔۔ کیوں۔" عمران مُسکرا کر بولا۔

"اس لیے تمہیں مدد کی توقع ہے۔"

لڑکی اب بھی کچھ نہ بولی۔ لیکن وہ بہر حال پُرسکون نظر آرہی تھی۔

"تم سمجھتی ہو شاید مجھ سے حماقت سرزد ہوئی ہے جس کا نتیجہ مجھے عنقریب بھگتنا پڑے گا۔ لیکن یہ تمہاری بھُول ہے۔ جب میں نے تار کاٹا ہے اس وقت اس بُت کی آنکھیں سُرخ نہ تھیں۔"

”کیا مطلب۔“ لڑکی یک بیک چونک پڑی۔

”بُت کی آنکھیں سُرخ نہیں تھیں۔“ عمران مُسکرایا۔ ”اور دوسری طرف سے کہا گیا تھا کہ اب تم سوئچ آن کر دو۔“

”تم جھوٹے ہو۔“ لڑکی نے بے ساختہ کہا۔ پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے یہ جملہ غیر ارادی طور پر اس کی زبان سے نکلا ہو۔

”یہ سچ ہے بہری محترمہ۔“ عمران نے اس کی آواز کی نقل اُتاری۔ ”میں نے اس سے کہا تھا کہ میں مطمئن ہو گئی ہوں۔ یہ لوگ میک اپ میں نہیں ہیں۔“ لڑکی بوکھلائے ہوئے انداز میں دو چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔ وہی نہیں بلکہ جوزف بھی بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا تھا حالانکہ وہ اُردو نہیں سمجھتا تھا لیکن آواز کی تو کوئی زبان ہوتی نہیں۔ وہ عمران اور بہری لڑکی کی آواز میں فرق کر سکتا تھا۔ لیکن اس وقت دونوں آوازوں کی یکسانیت نے اُسے گویا گدگدا کر رکھ دیا۔ وہ

دونوں ہاتھوں پیٹ دبائے ہوئے بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔

"خاموش رہو۔" لڑکی ہسٹیریائی انداز میں چیخی۔ لیکن جوزف بدستور ہنستا رہا۔

"یہ نہیں خاموش رہ سکتا کیونکہ اس وقت اس کا باس اس کے سامنے موجود ہے۔" عمران نے کہا۔

اور وہ ایک بار پھر اُچھل کر دیوار سے جالگی۔ تھوڑی دیر تک پلکیں جھپکاتی رہی پھر بولی۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"رانا تہور علی صندوقی۔" عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکا۔

"اوہ۔۔۔۔ مگر کیوں۔"

"وہ یوں کہ تم جوزف پر ہاتھ صاف کرنا چاہتی تھیں۔ وہ دونوں ہی گدھے میری قید میں ہیں جو آج یہاں آنے والے تھے۔ اگر تم ایک گھنٹہ پہلے انہیں عقبی پارک کی جھاڑیوں میں تلاش کرتیں تو وہ بندھے پڑے ہوئے مل جاتے مگر اب انہیں میرے آدمی لے گئے۔ اور اب تمہارا بھی وہی حشر ہونے والا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ بُت تمہیں کیسے بچالیتا ہے۔"

لڑکی ہنس پڑی پھر ٹھنک کر بولی۔

"جاؤ تم نہیں سمجھے۔"

"آرائیں بانپ رائیں۔۔۔۔" عمران اپنی کھوپڑی سہلا کر بولا۔ "میں نہیں سمجھا۔۔۔۔ سیکرٹری اب تم سمجھاؤ۔" وہ ہنستی ہوئی عمران کے قریب آگئی

اور پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر دھیمی آواز میں بولی۔ ”تمہارے لیے صرف تمہارے لیے۔ کاش میں تمہیں اپنا دل چیر کر دکھا سکتی۔“

”ضرور دکھاؤ۔۔۔۔ میں نے آج تک چیرا ہوا دل نہیں دیکھا۔ کیسی شکل ہوتی ہو گی۔۔۔۔ میرے خدا۔“

”میرا مذاق نہ اُڑاؤ۔“ اس نے ایسی غصّیلی آواز میں کہا جس پر غم کی جھلکیاں بھی تھیں اور پھر وہ صوفے میں اس طرح گر گئی جیسے بہت تھک گئی ہو۔

تھوڑی دیر بعد اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ ”میں ایک رقاصہ ہوں نا۔ اگر تم سے قریب ہونے کی کوشش کرتی تو تم یہی سمجھتے کہ میں تمہاری دولت پر ہاتھ صاف کرنا چاہتی ہوں۔“

”ارے تم میری کھوپڑی پر بھی ہاتھ صاف کر سکتی ہو۔ میں فارغ البال ہو

جانے میں فخر سمجھوں گا۔"

"تم پھر میرا مذاق اُڑا رہے ہو۔" وہ روہانسی آواز میں چیخی۔

"خیر ہٹاؤ۔" عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "ہاں تم رقاصہ تھیں تو پھر۔"

"میں نے سوچا کہ اگر میں جوزف کو تم سے توڑ لوں گی تو تم میرا پیچھا کرو گے۔ اس طرح ایک دِن تم خود ہی مجھ سے قریب ہو جاؤ گے۔"

"اور اس وقت تم مجھے اپنے قریب دیکھ رہی ہو۔" عمران مُسکرایا۔ تھوڑی دیر اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر بُت کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "مگر اے پیاری رقاصہ کیا یہ بُت تمہارا بندہ نواز۔۔۔۔ ارر ہپ۔۔۔۔ طبلہ نواز ہے۔ طبلچی نہیں کہوں گا کیونکہ یہ لفظ ایک ماڈرن آرٹسٹ کے لیے توہین آمیز ہے۔ طبلچی تو دقیانوسی طوائفوں کے ہوا کرتے تھے۔"

”اوہ۔۔۔۔ ٹھہرو! میں بتاتی ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ ہم نے یہ عمارت کرائے پر لی تھی۔ مالک مکان نے اس کمرے کے سلسلے میں ہمیں ہدایت کی تھی کہ ہم اسے نہ کھولیں کیونکہ اس میں اس کا سامان تھا۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ایسا ہی ہو گا۔ ایک رات ہم تینوں سو رہے تھے۔“

”کون تینوں؟“

”میرے دو بھائی بھی ہیں میرے ساتھ۔ ایک مصوّر ہے اور دوسرا مکینک۔ ہاں تو اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نہیں بتا سکتی کہ کیسے کھلی تھی۔ بہر حال میں نے جو کچھ بھی دیکھا میری رگوں کا خون سرد کر دینے کے کافی تھا۔ ایک آدمی نظر آیا جس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا اور اس کے ریوالور کا رُخ میری ہی جانب تھا۔ اس نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر آہستہ سے بولا دیکھو یہ بغیر آواز کا

ریوالور ہے۔ اگر تمہارے حلق سے ہلکی سی بھی آواز نکلی تو تم ہمیشہ کے لیے سو جاؤ گی۔ جو کچھ میں کہوں اس پر خاموشی سے عمل کرتی رہو۔ پھر اس نے مجھ سے اُوپری منزل پر چلنے کے لیے کہا۔ میں نے چُپ چاپ اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے اس کمرے کا قُفل کھولا۔ ہم دونوں اندر آئے۔ میں کمرے کی ساخت پر حیرت زدہ رہ گئی۔ اس بُت کی آنکھیں سُرخ تھیں اور یہ بڑا بھیانک معلوم ہو رہا تھا۔ دفعتاً بُت نے بولنا شروع کر دیا اور مجھ پر غشی سی طاری ہونے لگی۔ میں بُری طرح ڈر گئی تھی۔ مجھے کچھ بھی یاد نہیں کہ بُت کیا کہہ رہا تھا۔ پھر کتنی دیر مجھ پر غشی طاری رہی تھی یہ نہیں بتاؤں گی۔۔۔۔ بہرحال جب میں ہوش میں آئی نقاب پوش نے بتایا کہ وہ بُت تو ایک قسم کا ٹرانسمیٹر تھا اس سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اس نے مجھے کئی قسم کی دھمکیاں دیتے ہوئے کہا مجھے چند نامعلوم آدمیوں کے لیے یہ کام کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن اگر میں نے کسی پر اس کمرے کا راز ظاہر کیا تو مجھے

گولی مار دی جائے گی۔" لڑکی خاموش ہو کر گہری سانسیں لینے لگی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان واقعات کی یاد بھی اُسے خوفزدہ کر رہی ہو۔ عمران نے پلکیں جھپکائیں اور پوچھا۔

"ان چند نامعلوم آدمیوں کے لیے کیا کام کرتی ہو۔"

"کام کی نوعیت مجھے پاگل کر دے گی۔" لڑکی اپنی پیشانی رگڑنے لگی۔

"چلو میں بھی تمہارا ساتھ دے دوں گا۔ جلدی سے بتاؤ میرے پاس وقت کم ہے۔" عمران نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ کل رات کو فلاں وقت نِچلی منزل کے فلاں کمرے کی کھڑکی کھول کر سبز رنگ کا بلب روشن کر دینا۔ پھر بیس منٹ بعد اس کمرے میں آنا یہاں دو آدمی ہوں گے تم ان سے پوچھنا کیا خبر ہے۔ اگر وہ جواب میں

تمہیں مونگ پھلی نہ دکھائیں تو پھر ان سے اس انداز سے گفتگو کرنا جیسے تم بہت بہری ہو۔ اسی وقت سُن سکو گے جب تمہارے کان میں منہ لگا کر چیخا جائے۔ گفتگو آتش دان کے قریب کرنا جہاں بُت رکھا ہوا ہے۔ پھر جب وہ واپس جانے لگیں تو تم اُن سے صرف ایک لفظ کہنا اور وہ لفظ ہے تربوز۔۔۔۔ شام کا فلاں اخبار روزانہ دیکھتی رہو جس روز بھی اس میں تربوزوں کے متعلّق کوئی اشتہار نظر آئے سمجھ لو کہ اس رات کو پھر وہ دونوں آئیں گے۔ اُن سے جب بھی گفتگو کرو۔۔۔۔ بہری بن کر کرو۔۔۔۔ بلکہ ویسے بھی اب مستقل طور پر بہری بن جاؤ۔ اگر تمہارے بھائی تم سے پوچھیں تو کہو کہ تمہیں اچانک یہ مرض لاحق ہو گیا ہے۔ کانوں میں آلہ سماعت لگائے رکھا کرو۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ آخر یہ سب کیا ہے۔ میں کیوں بہری ہوں۔ وہ دونوں کون ہیں جو یہاں آیا کرتے ہیں اور مجھے اِدھر اُدھر کی خبریں سُناتے ہیں۔ مجھے اس کا جواب تو مل گیا کہ میں ان دونوں کے سامنے بہرے پن کا سوانگ کیوں

رچاؤں یہ بُت نما ٹرانسمیٹر ہے نا اس کے ذریعے ان کی آواز کسی اور تک پہنچتی ہے۔ اسی لیے مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں بہری بن کر انہیں چیخنے پر مجبور کر دوں۔ گفتگو آتش دان کے قریب ہو جس پر بُت رکھا ہوا ہے۔۔۔۔ کچھ بھی ہو میں ان لوگوں سے خوفزدہ ہوں۔ میرے بھائیوں کو ابھی تک ان باتوں کا علم نہیں ہو سکا۔ میں نے تمہارا سہارا لینا چاہا۔"

"تمہیں سہارا دیا گیا۔" عمران نے شاہانہ انداز میں کہا۔

"تم کیا کر سکو گے میرے لیے۔"

"تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا۔"

"مونگ پھلیوں، تربوزوں، مینڈکوں اور چوہوں سے نجات ملے گی۔"

”کیا مطلب۔“ لڑکی چونک کر بولی۔ ”تمہیں چوہوں اور مینڈکوں کا علم کیسے ہوا۔“

”بوڑھے آدمی کی جیب سے ایک چوہا برآمد ہوا تھا۔ اور ابھی تم نے کسی شام کے اخبار کا حوالہ دیا تھا مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شام ہی کے کسی اخبار میں اس سے پہلے مونگ پھلیوں، تربوزوں اور مینڈکوں سے متعلّق اشتہارات بھی دیکھے ہیں اور آج تو چوہے مارنے کی دوا کا اشتہار تھا ہی۔“

”تم بہت ذہین آدمی ہو۔“ لڑکی نے حیرت سے کہا۔ ”مگر میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔ یہیں رہوں گی تم یہیں میری مدد کرو۔ جوزف کو میرے ساتھ رہنے دو۔“

”اگر خوشی سے نہیں جاؤ گی تو زبردستی لے جاؤں گا۔ کیا سمجھیں۔۔۔۔ بہروں کی جنّت۔“

”میں چیخ چیخ کر آسمان پر سر اُٹھالوں گی۔ تم زبردستی نہیں لے جاسکتے۔“

”زندہ نہیں جاؤ گی تو مُردہ لے جاؤں گا۔ خوب حلق پھاڑو۔۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ اور تم نے ابھی تک جتنی بکواس کی ہے اس کے ایک لفظ پر بھی یقین نہیں آیا۔“ عمران نے کہتے ہوئے جیب سے ربڑ کا ایک چھوٹا سا غبارہ نکالا جس میں کوئی سیّال چیز بھری ہوئی تھی۔ قبل اس کے کہ لڑکی سنبھلتی وہ غبارہ اس کی ناک پر پڑ کر پھٹا اور اس کے چہرے پر سُرخ رنگ کا سیّال پھیل گیا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر آگے جھُک آئی۔ پھر سیدھا ہونا نصیب نہ ہوا۔ ویسے ہی جھُکی بیٹھی رہ گئی۔

”جوزف۔۔۔۔“ عمران غرّایا۔ ”تم اس سے پہلے بھی آدمیوں کی گٹھری باندھ چکے ہوگے۔“

”درجنوں بار۔۔۔۔ باس۔“ جوزف خوش ہو کر بولا۔ ”اب میں اسے بتاؤں گا۔“

۱۰

دوسری صُبح آفس میں ایکس ٹو کے ماتحت پچھلی رات کی بے تکی بھاگ دوڑ کے متعلّق گفتگو کر رہے تھے۔ جولیا کا موڈ خصوصیت سے بگڑا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

”میں کیفے وکٹوریہ میں کافی رات گئے تک جھک مارتی رہی تھی۔ اور پھر مجھے وہ سوٹ کیس گھر ہی واپس لانا پڑا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب ایکس ٹو ٹھوکریں

کھانا شروع کر دے گا۔ بہت تیزی سے چل رہا تھا۔۔۔۔ وکٹوریہ میں میرے وقت کی بربادی کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی اسکیم پِٹ گئی ہے۔"

"اور ہم دلکشا کے عقبی پارک میں سر پھوڑتے رہے تھے۔" تنویر بولا۔

"نہ تو اس کھڑکی میں شعلہ دکھائی دیا تھا اور نہ ہم اندر گئے تھے۔ البتّہ دو آدمی ضرور نظر آئے تھے جنہوں نے پائپ کے ذریعے عمارت میں پہنچنے کی کوشش کی تھی اور کامیاب بھی ہو گئے تھے۔"

"وہ دونوں کون تھے۔" جولیا نے پوچھا۔

"یہ تم ہی بتا سکو گی۔" تنویر مُسکرایا۔

"میں کیا جانوں۔۔۔۔ مجھ سے جو کچھ کہا گیا تھا۔ اس کی اطلاع تمہیں دے دی تھی۔"

"ہم اندھیرے کی وجہ سے اُن کی شکلیں نہیں دیکھ سکے تھے۔" کیپٹن خاور نے کہا۔

"سمجھ نہیں آتا کیا چکّر ہے۔" جولیا بڑبڑائی۔ "صفدر بھی غائب ہے اور عمران تو عرصے سے نہیں آیا۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور جولیا نے ریسیور اُٹھالیا۔

"ہیلو۔۔۔!"

"یس جولیا۔ اٹ از ایکس ٹو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "شاید تم لوگ سوچ رہے ہو گے کہ پچھلی رات میری کوئی اسکیم فیل ہو گئی ہو گی۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ جناب" جولیا ہکلائی۔

”میری کوئی اسکیم فیل نہیں ہوئی۔ تم لوگوں کو محض اس لیے کچھ نہیں کرنا پڑا کہ سارے کام آسانی سے ہو گئے تھے۔“

”نہیں جناب! ہم نے یہ نہیں سوچا کہ آپ کی کوئی اسکیم فیل ہوئی ہو گی۔“

”خیر۔۔۔۔ ابھی وہاں صفدر پہنچے گا تمہیں اس کے ساتھ دانش منزل جانا ہے۔“

”بہت بہتر جناب۔“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا جولیا نے ریسیور رکھ کر ایک طویل سانس لی۔

”کیا قصّہ ہے۔“ تنویر نے پوچھا۔

”میرے خدا۔۔۔۔وہ ہمارے خیال تک پڑھ لیتا ہے۔“

”کیوں کیا ہوا۔“

”کہہ رہا تھا۔ تم سوچ رہے ہو گے کہ میری کوئی اسکیم فیل ہو گئی ہے۔“

تھوڑی دیر کے لیے سنّاٹا چھا گیا۔۔۔۔ پھر چوہان بولا۔ ”پھر اُس نے کیا بتایا۔“

”یہی کہ سارے کام آسانی سے ہو گئے تھے۔ اس لیے کسی کو تکلیف نہیں کرنی پڑی۔“

”جہنّم میں جائے سب۔“ تنویر میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”مجھے تو یہ آفس بُری طرح کھل رہا ہے۔

کسی نے اُس کے اس خیال پر رائے زنی نہیں کی۔

۱۱

صفدر رانا پیلس میں تنہا تھا اور شدّت سے بور ہو رہا تھا۔ عمران اور جوزف غائب تھے۔ پچھلی رات وہ دونوں اس لڑکی کو نہ جانے کہاں لے گئے تھے۔ صفدر تو عمران کی ہدایت کے مطابق رانا پیلس واپس آگیا تھا۔ لڑکی کو وہاں سے نکالنے کا منظر اسے اب تک یاد تھا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی اور جوزف نے اُسے بڑی بے دردی سے ایک چادر میں اس طرح لپیٹا تھا کہ وہ گٹھری سی بن کر رہ گئی تھی۔ اور وہ گٹھری اُٹھا کر کاندھے پر رکھ لی تھی۔ عمران نے اس

سے کہا تھا کہ وہ رانا پیلس واپس جائے۔

رات اُس نے رانا پیلس میں گزاری اور صُبح ہی اُٹھ گیا۔ جب سے یہاں آیا تھا پوری نیند نہیں لے سکا تھا۔ اس لیے بے کاری کے لمحات میں اونگھنے کے علاوہ اور کوئی شغل نہیں رہ گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ اونگھ ہی رہا تھا۔ اور شاید سو بھی گیا ہوتا اگر فون کی گھنٹی نے اس کے ذہن کو جھکولے نہ دیئے ہوتے۔

اس نے بُرا سا منہ بنا کر ریسیور اُٹھایا لیکن دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز سنتے ہی غنودگی ہوا ہوگئی۔ وہ کہہ رہا تھا "فوراً آفس پہنچ کر جولیا سے ملو۔"

"بہت بہتر جناب۔" صفدر نے کہا اور پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ صفدر نے بڑی تیزی سے تیّاری شروع کر دی۔ ایکس ٹو کے احکامات پر وہ مشینوں کی طرح حرکت کرنے لگتا تھا۔ وہی نہیں بلکہ ایکس ٹو کے سارے ہی ماتحت اس کے احکامات کو آندھی اور طوفان سمجھتے تھے۔ سات یا آٹھ منٹ

کے اندر ہی اندر وہ لباس تبدیل کر کے رانا پیلس سے باہر آ گیا۔ لیکن وہ اس وقت بھی رانا تہور علی کے سیکرٹری کے میک اپ میں تھا۔ اس نے سوچا کہ ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد ہی مونچھیں نکال پھینکے گا۔ اس لیے منہ پر رومال رکھ کر ٹیکسی ڈرائیور سے گفتگو کی تھی اور پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر میک اپ بگاڑ دیا تھا۔ اگر یہ نہ کرتا تو شاید منزل مقصود پر پہنچ کر ٹیکسی ڈرائیور کو بے ہوش ہی ہونا پڑتا۔

آفس کے قریب اُتر کر اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور آگے بڑھ گیا۔ بیٹھتے وقت اس نے اس کے منہ پر رومال ہونے کی وجہ سے مونچھیں دیکھی ہی نہیں تھیں کہ اب مونچھیں غائب ہونے پر اسے بے ہوش ہو جانے کے امکانات پر غور کرنا پڑتا۔

صفدر آفس میں داخل ہوا اور جولیا اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ پھر جیسے ہی

اس نے اپنا بیگ اُٹھایا تو تنویر کھنکار کر بولا۔ ”ایکس ٹو ظلم کرتا ہے اُسے ہم میں سے ہر ایک کو موقع دینا چاہیے۔“

”کیا مطلب۔۔۔۔ جولیا جھلّا کر مڑی۔

”کچھ نہیں! غالباً وہ تم دونوں کو کسی کام کے لیے کہیں بھیج رہا ہے۔“

”پھر۔۔۔۔“ جولیا نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

’شکوہ کر رہا ہوں ایکس ٹو کی زیادتیوں کا وہ صفدر کو اپنے تجربات میں اضافہ کرنے کا موقع دیتا ہے اور ہم لوگ مکھیاں مارا کرتے ہیں۔“

”شٹ اپ۔۔۔۔ ایڈیٹ۔۔۔۔“ جولیا نے کہا اور صفدر کے بازو میں ہاتھ ڈال کر آفس سے باہر نکل آئی۔ اور پھر آفس سے باہر آتے ہی اس کے بازو سے ہاتھ نکال لیا۔ یہ حرکت اس نے تنویر کو اور زیادہ تاؤ دلانے کے لیے کی

تھی۔ ”تم اس بے چارے کو خواہ مخواہ جھُلسایا کیوں کرتی ہو۔“ صفدر نے ہنس کر کہا۔

”چلو۔۔۔! تمہیں کہاں جانا ہے۔“ جولیا نے ایک ٹیکسی کو روکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”مجھ سے صرف اتنا کہا گیا تھا کہ میں آفس میں تم سے مل لوں۔“

”خیر آؤ۔“ جولیا نے کہا اور وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ پھر اس نے ڈرائیور کو بتایا کہ انہیں بریملے روڈ پر اُترنا ہے۔ صفدر سمجھ گیا کہ دانش منزل کے علاوہ اور کہیں نہیں جانا۔

ایکس ٹو کے ماتحت دانش منزل پہنچنے کے لیے بریملے روڈ ہی پر اُترتے تھے اور ریکس اسٹریٹ سے پیدل گزرتے ہوئے دانش منزل جاتے تھے۔

”تم تھے کہاں۔“ جولیانے اس سے پوچھا۔

”میں۔۔۔۔میں تو چھٹی پر تھا۔“ صفدر نے بڑی سادگی سے کہا۔

”نہیں۔۔۔۔ تم گھر پر بھی نہیں رہے۔“

”تو میں کب کہتا ہوں کہ شہر میں تھا۔ میں تو آج ہی صُبح یہاں پہنچا ہوں۔ پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ایکس ٹو کی کال آئی۔ جس نے مجھے تم سے ملنے کی ہدایت دی تھی۔“

جولیا کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس بیان سے مطمئن نہیں ہوئی لیکن پھر اُس نے اس سے اور کچھ نہیں پوچھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دانش منزل میں داخل ہوئے اور اُن کے کانوں میں موسیقی کی آواز آئی۔ رمبا کے ساز بج رہے تھے۔ آواز دانش منزل کے وسیع ہال سے

آ رہی تھی اور پھر جب وہ ہال میں داخل ہوئے تو کم از کم جولیا کی آنکھیں تو حیرت سے پھیل ہی گئیں کیونکہ عمران ایک بڑی خوبصورت لڑکی کے ساتھ رمبا ناچ رہا تھا۔

عمران کی ہم رقص انہیں دیکھ کر رُک گئی۔۔۔۔ اور عمران بچّوں کی طرح ہاتھ ہلا ہلا کر شور مچانے لگا۔ "ہیلو۔۔۔۔ انکل اینڈ آنٹی۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔ آؤ تم بھی ناچو۔۔۔۔ " اتنے میں ریکارڈ ختم ہو گیا اور عمران اُسے دوبارہ شروع کرنے کے لیے لڑکی کو چھوڑ کر گراموفون کی طرف دوڑ گیا۔

"یہ کون ہے۔" جولیا نے بُرا سامنہ بنا کر پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" صفدر نے جواب دیا۔ لیکن وہ اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ بھلا بھری حسینہ بھلانے کی چیز تھی لیکن عمران اس وقت سو فیصدی عمران ہی تھا۔ احمق اور گاؤدی۔ چہرے پر حماقتوں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔

دفعتاً جولیا آگے بڑھی اور اس نے ریکارڈ پر سے ساؤنڈ بکس اُٹھالیا۔

"ہائیں۔۔۔۔ہم ناچنے جارہے تھے۔" عمران نے بچگانہ تحیّر ظاہر کیا۔

"یہ کون ہے؟" "جولیا نے گرج کر پوچھا۔

"بب۔۔۔۔ باس کی نئی محبوبہ۔۔۔۔ تو ڈانٹتی کیوں ہو۔"

"گڑبڑ مت کرو۔" صفدر نے جولیا کا ہاتھ دبا کر آہستہ سے کہا۔

دوسری طرف نہ جانے کیوں بہری رقاصہ جولیا کو کڑے تیوروں سے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے عمران کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کون ہے؟"

"آنٹی۔" عمران نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ بھی باس کی محبوبہ ہیں۔"

صفدر نے دوبارہ ریکارڈ لگا دیا۔ لیکن بہری رقاصہ اب ناچنے پر رضامند نہیں معلوم ہوتی تھی۔

جولیا کا موڈ بے حد خراب ہو گیا تھا۔ اس لیے صفدر نے اس کا بازو پکڑ کر دوسری طرف کھینچا اور اُسے دوسرے کمرے میں لا کر بولا۔ ”یہ کیا شروع کر دیا تم نے۔“

”وہ یہاں بے ہودگیاں کیوں پھیلا رہا ہے۔“ جولیا غصّے سے کانپتی ہوئی بولی۔

”میں کہتا ہوں اس کی ذمّہ داری تم پر تو نہیں عائد ہوتی ظاہر ہے کہ اگر وہ کوئی غلط حرکت کر رہا ہے تو ایکس ٹو کو جوابدہ ہو گا۔ ہمیں تو بس اپنے کام سے سروکار رکھنا چاہیے۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ ایکس ٹو نے اسے اپنے طور پر کام کرنے کی آزادی دے رکھی ہے۔“

جولیا کچھ نہ بولی لیکن اس کی آنکھیں بدستور سُرخ رہیں اور سانس پھولتی رہی۔

اچانک ساز کے ساتھ ہی عمران اور بہری رقاصہ کے گانے کی آواز بھی آئی وہ ایک ساتھ گا رہے تھے۔

"THEN ROUND AND ROUND WE GO!"

"دیکھو۔" جولیا ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "یہ سب مجھے تاؤ دلانے کے لیے ہو رہا ہے۔"

"آخر تمہیں تاؤ دلانے کے لیے کیوں؟" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"میں نہیں جانتی۔" وہ جھلّا کر چیخی۔ "جاؤ یہاں سے۔"

اور پھر وہ میز پر کہنیاں ٹیک کر جھک گئی۔ دونوں ہاتھوں سے اس طرح چہرہ چھُپالیا جیسے یک بیک سر چکرا گیا ہو۔۔۔۔ صفدر چُپ چاپ کھڑا رہا۔ اُسے علم تھا کہ جولیا ذہنی طور پر عمران سے بہت قریب ہے۔ لیکن عمران اُسے مذاق میں اُڑاتا رہتا ہے۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔" صفدر نے آگے بڑھ کر آہستہ سے کہا اور جولیا یک بیک چونک پڑی سر اُٹھا کر صفدر کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ اور پھر وہ بے تحاشہ ہنس پڑی۔ آنکھوں میں رُکے ہوئے آنسو گالوں پر ڈھلک آئے اور وہ ہنستی رہی۔

"میں۔۔۔۔ میں شاید پاگل ہو گئی ہوں۔ وہ اسی طرح پاگل بنا دیتا ہے۔ وحشی۔۔۔۔ جنگلی احمق۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔ چلو ہم بھی ناچیں گے۔" پھر اس نے جلدی جلدی آنسو خشک کیے۔ لیکن اس دوران

میں ہنستی ہی رہی تھی۔ وہ دوڑتے ہوئے ہال میں آئے اور سازوں کی دُھن پر رقص کرنے لگے۔ عمران گاتے گاتے چیخا۔

"HERE LIES THE BEAUTY AND DUTY BOTH

HA – AE ROUND AND ROUND WE GO!"

یہ دونوں کچھ نہ بولے بس ناچتے رہے اور زور زور سے ہنستے رہے یک بیک بہری رقاصہ عمران سے ہاتھ چھڑا کر الگ ہٹ گئی۔ اور ریکارڈ پر سے ساؤنڈ بکس اُٹھادیا۔

"تم کیوں میرا دماغ خراب کر رہے ہو۔" وہ عمران کی طرف گھونسہ ہلا کر چیخی۔

"لو دیکھو!" صفدر ہنس پڑا۔۔۔ "اس کا دماغ خراب کر رہے تھے یہ

حضرت۔"

جولیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی۔ وہ اُس لڑکی کو توجّہ اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

"اوہو۔۔۔۔ تم خفا کیوں ہو رہی ہو۔" عمران گھگھیایا۔

"یہ لوگ کون ہیں۔"

"کہہ تو دیا کہ سب اس ہی کے آدمی ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

"میں یہاں کیوں لائی گئی ہوں۔۔۔۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ باس نے مجھ سے کہا تھا کہ ان کا دل بہلاؤ ناچو گاؤ خوشیاں مناؤ۔"

”میں باہر جاؤں گی۔“

”کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری تقدیر اچھی ہو۔“

”کیا مطلب۔“

”ابھی تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی یہاں سے نکل سکا ہو۔“

”میں شور مچاؤں گی۔“

”کسی کے کان پر جُوں تک نہ رینگے گی۔ سب جانتے ہیں کہ یہاں اس عمارت میں ایک پاگل لڑکی بھی رہتی ہے۔ ہمارا باس شاندار آدمی ہے کچھ دِنوں کے بعد تم بھی اس کی معتقد ہو جاؤ گی۔“

”رانا کہاں ہے۔ میں اُس سے دو باتیں کرنا چاہتی ہوں۔“

”ناممکن ہے۔ اب ان سے تمہاری ملاقات نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ وہ اپنا کام ختم کر چکے ہیں اور اب میرا کام شروع ہوا ہے۔۔۔۔یعنی کہ تمہیں ناچنا سکھاؤں کیونکہ قدم قدم پر تمہارا آنگن ٹیڑھا ہونے لگتا ہے۔ ویسے دعویٰ یہ ہے کہ تگنی کا ناچ نچا سکتی ہو۔“

”مت دماغ خراب کرو میرا۔ مجھے سوچنے دو۔“

”سوچو۔۔۔۔! میں نے منع نہیں کیا۔“ عمران نے کہا اور جولیا کی طرف مُڑ گیا۔

”تمہیں۔۔۔۔ اس لڑکی کے میک اپ میں جوزف کے ساتھ شہر میں چکر لگانے ہیں۔“ اس نے اس سے اُونچی آواز میں کہا۔

”کیا مطلب۔“ لڑکی حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی اس کی طرف جھپٹی۔

"ادھر ہٹو۔" عمران نے بڑی لاپروائی سے اسے ایک طرف دھکیل دیا۔ اور جولیا سے بولا۔ "جلدی کرو۔۔۔۔ میک اپ روم میں جاؤ۔ میں آرہاہوں۔"

"تم ایسا نہیں کرسکتے۔" لڑکی پھر چیختی ہوئی اُٹھی۔ رانا کہاں ہے اسے بلاؤ۔"

"خاموش رہو۔" عمران کا لہجہ خونخوار تھا۔ لڑکی اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی پیچھے کھسک رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ کیونکہ اب اسے عمران کے چہرے پر حماقت کے بجائے کچھ اور نظر آرہا تھا۔ جس کی ہلکی سی جھلک ہی اسے خوفزدہ کردینے کے لیے کافی تھی۔

جولیا جو ابھی تک عمران سے دو دو چوٹیں کرنے کی سوچ رہی تھی۔ وہ بھی دم بخود رہ گئی۔ صفدر متحیّر تھا۔ "کیا تم نے سُنا نہیں۔" عمران غرّایا۔ اور جولیا چُپ چاپ دروازے کی طرف مُڑ گئی۔ صفدر وہیں رہا۔ کچھ دیر بعد عمران نے اس سے کہا۔ "اسے روم نمبر پانچ میں بند کرو۔" صفدر کو لڑکی پر بڑا ترس آرہا

تھا۔

"کیا تم نے بھی نہیں سُنا۔"

صفدر نے لڑکی کا بازو پکڑا اُسے دروازے کی طرف کھینچنے لگا۔

"کیا تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا۔" لڑکی نے بلبلا کر صفدر سے کہا۔

"نہیں غدّاروں پر کسی کو بھی رحم نہیں آ سکتا۔" عمران گر جا۔ "تم اسی خاک سے اُٹھی ہو اور اسی کے خلاف سازش کر رہی ہو۔ میں اپنے ہاتھوں سے تمہارے جسم کا ریشہ الگ کر سکتا ہوں۔"

"میں نہیں جانتی۔ اُسے نہیں جانتی۔ مجھ پر رحم کرو۔"

"اگر تم اُسے نہیں جانتیں تو تم پر ضرور رحم کیا جائے گا۔ لیکن جب تک کہ

اس کا ثبوت نہ مل جائے تم یہیں رہو گی۔۔۔۔ جاؤ۔"

صفدر اُسے کھینچتا ہوا ہال سے نکال لایا۔

"کیا تم خود سے نہیں چل سکو گی۔ مجھے کھینچنا ہی پڑے گا۔" صفدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اُسے یہ سب کچھ بہت گراں گزر رہا تھا۔ عمران کو دل ہی دل میں بُرا بھلا کہتا ہوا وہ لڑکی کو ایک طرف لے جا رہا تھا۔

"ایک منٹ ٹھہرو۔" لڑکی کراہی۔ صفدر رُک گیا۔ وہ رحم طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے کچھ بتاؤ۔" اس نے بڑی بے بسی سے پوچھا۔

"محترمہ۔۔۔۔ مجھے کسی بات کا علم نہیں ہے۔"

”اچھا چلو مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔“

صفدر راہداری میں مڑ گیا۔ لڑکی اس کے ساتھ چلتی رہی۔ صفدر نے اس کا بازو اب چھوڑ دیا تھا۔ وہ روم نمبر پانچ کے سامنے رُک گئے۔

”ٹھہرو! میں سب کچھ برداشت کر لوں گی۔ مگر مجھے کچھ معلوم بھی تو ہو۔ میں ایک رقاصہ ہوں۔ پچھلی رات نائٹ کلب میں ناچ رہی تھی۔ رانا تہور علی نے مجھے اپنی میز پر دعوت دی۔ میں نے سوچا کیا حرج ہے۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ زیادہ پی لی۔ پھر مجھے ہوش نہیں۔۔۔۔ آج آنکھ کھلی تو خود کو یہاں پایا۔ تم شریف آدمی معلوم ہوتے ہو۔ خُدارا مجھے بتاؤ کہ میں یہاں کیوں لائی گئی ہوں۔“

صفدر دم بخود رہ گیا۔ اتنا سفید جھوٹ۔۔۔۔ پھر اس کہانی پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے، جو اس نے دلکشا کے ساؤنڈ پروف کمرے میں سنائی تھی۔ لیکن اگر

وہ خود بھی عمران کے ساتھ نہ رہا ہوتا تو اس وقت اس چالاک لڑکی کی رانا تہور علی والی کہانی پر ضرور یقین کر لیتا۔ اُس کے لہجے یا کہنے کے انداز پر جھوٹ کا دھوکہ نہیں ہو سکتا تھا۔

صفدر نے سوچا۔ عمران کے اندازے غلط نہیں ہوتے۔ اس لڑکی پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔

اُس نے کچھ کہے سُنے بغیر ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور لڑکی کو اندر دھکیل کر پھر بند کر دیا۔ ویسے یہ خود کار دروازے تھے۔ ہینڈل کو داہنی جانب گھمانے سے کھلتے تھے اور بائیں جانب گھمانے سے مقفّل ہو جاتے تھے اور پھر کنجی لگائے بغیر ان کا کھلنا محال ہوتا تھا۔ صفدر آگے بڑھتا چلا گیا۔۔۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اُسے یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟ جولیا پر عمران بہری لڑکی کا میک اپ کرنے والا تھا۔ اس کے بعد اس سے کیا کام لیتا۔ صفدر اس کا اندازہ نہیں کر

سکا۔ بہری لڑکی اور عمران کی گفتگو سے تو صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ اس نے اُسے بُت نما ٹرانسمیٹر پر بولنے والے کا پتہ نہیں بتایا۔ صفدر سوچتا رہا اور اس کے ذہن میں ایک بے نام سی خلش بنی رہی جو کبھی کبھی اداسی بن کر اس کی رگ وپے میں سرایت کرتی چلی جاتی۔ وہ میک اپ روم میں نہیں گیا۔ عمران نے اسے بلایا بھی نہیں تھا۔ وہ عمارت میں اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔۔۔۔ ایک جگہ اُسے ایک ایسا منظر دکھائی دیا کہ ایک پل کے لیے اسے اپنی سانسیں حلق میں اٹکتی محسوس ہونے لگیں۔

دو آدمی ایک بڑی کھڑکی کے جنگلے سے لگے کھڑے نظر آئے تھے۔ کمرہ باہر سے مقفّل تھا۔ انہوں نے وحشت زدہ نظروں سے صفدر کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا لیے۔ شروع سے اب تک کی ساری داستان چشم زدن میں صفدر کی سمجھ میں آ گئی۔۔۔۔ وہ اور عمران انہی دونوں آدمیوں کے میک اپ میں دلکشا پہنچے تھے اور بہری رقاصہ سے گفتگو کی تھی۔ مگر یہ دونوں آدمی بھی

دانش منزل کے قیدی ہی ہو سکتے تھے۔ تو کیا ان دونوں کی رسائی صرف بہری رقاصہ ہی تک تھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس آدمی کا پتہ انہی دونوں آدمیوں سے مل گیا ہوتا۔ بہری رقاصہ کی نوبت ہی نہ آتی۔ تب پھر یہ بھی ممکن تھا کہ بہری رقاصہ بھی اس آدمی کی شخصیت سے واقف ہو۔ لیکن عمران۔۔۔۔ عمران آخر اس پر کیوں مُصِر تھا کہ وہ اسے جانتی ہے۔

صفدر وہاں نہیں رُکا۔ تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا پھر ایک خالی کمرے میں جا بیٹھا۔ اس کا ذہن مختلف قسم کے خیالات کی آماجگاہ بنا رہا۔

پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد عمران دکھائی دیا جس کے ساتھ جولیا بھی تھی۔ لیکن بہری رقاصہ کے روپ میں اُس نے اپنے اخروٹوں کی سی رنگت والے بال تک سیاہ رنگ میں رنگوا دیئے تھے۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود بھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ بہری رقاصہ نہیں ہے۔

"مگر اس کی طرح اُردُو تو نہیں بول سکوں گی۔" جولیا کہہ رہی تھی۔ "اور پھر اس کی آواز کی نقل اُتارنا بھی میرے بس سے باہر ہے۔"

"سُنو۔" عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "تمہیں اپنے ہونٹ سختی سے بند رکھنے ہوں گے تم کسی کی باتوں کا جواب نہیں دو گی۔ کسی کی طرف متوجّہ نہیں ہو گی۔ آوازوں پر چونکو گی نہیں۔ کیا سمجھیں۔ یہ لڑکی بہرے پن کا مظاہرہ کرتی رہی ہے۔ لہٰذا جب تم کسی کی بات سُن ہی نہ سکو گی تو جواب دینے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔

"پھر مجھے کرنا کیا ہو گا۔"

"تفریح، سیر سپاٹے۔ پورے شہر میں گھومتی پھرو۔ کبھی پیدل کبھی ٹیکسیوں میں۔ جوزف تمہارے ساتھ نہیں ہو گا۔ میں نے اسکیم بدل دی ہے۔ اگر تم سے کوئی کچھ پوچھنا چاہے تو صرف آنکھیں نکال کر سر کو استفہامیہ انداز میں

جنبش دینا۔ ہونٹ نہ کھلنے پائیں، زبان نہ ہلنے پائے۔"

"آخر مقصد کیا ہے؟"

"مقصد ایکس ٹو سے پوچھو۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"اے تم دھونس کس پر جماتے ہو۔ ہوش میں رہنا۔"

"اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔" عمران نے خشک لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ لیکن پھر پلٹ آیا اور ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "ایک بات اور اگر کوئی تمہیں کہیں لے جانا چاہے تو چُپ چاپ اُس کے ساتھ چلی جانا خواہ وہ تمہیں جہنّم ہی میں کیوں نہ لے جائے۔ یہ ایکس ٹو کا حکم ہے۔

۱۲

جولیا دل ہی دل میں جھلتی پھر رہی تھی۔ کوئی تُک بھی ہو آخر کسی کام کی۔ اُسے عمران پر بڑی شدّت سے غصّہ آ رہا تھا۔ مقصد بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ پورے حالات سے آگاہ ہوتی تو شاید اتنا اندازہ تو کر ہی لیتی کہ یہ طریقِ کار اُسے کس سمت لے جائے گا۔

وہ ایک ریستوران میں کچھ دیر بیٹھی رہی۔ پھر اُٹھ گئی باہر نکلی۔۔۔ ایک

ٹیکسی لی اور میونسپل گارڈن کی طرف روانہ ہو گئی۔

عمران۔۔۔۔ عمران۔۔۔۔ وہ سوچ رہی تھی۔ اُسے پاگل بنا دے گا۔۔۔۔ آخر وہ اس کے متعلّق سوچتی ہی کیوں ہے۔ جہنّم میں جائے۔ کچھ اور سوچنا چاہیے۔

اس نے عمران کو اپنے ذہن سے نکال پھینکنے کے لیے میونسپل گارڈن کے بندروں کے متعلّق سوچنا شروع کر دیا اور پھر یک بیک اسے ہنسی آگئی۔ اسے یاد آیا کہ ایک بار عمران بندروں کے کٹہرے کے قریب کھڑا بندروں کو مُنہ چڑھاتا ہوا دیکھا گیا تھا۔

"اوہ۔۔۔۔ پھر وہی عمران۔۔۔۔ اس نے جھلّاہٹ میں اپنی پیشانی پر گھونسہ مار لیا۔۔۔۔ پھر چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی کہ کہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔ خیال آیا کہ ڈرائیور نے عقب نما آئینے میں اس کی یہ حرکت ضرور

دیکھی ہو گی اور اُسے پاگل ہی سمجھا ہو گا۔

"عمران کے بچّے تم سے خُدا ہی سمجھے۔" وہ دانت پیس کر بڑبڑائی۔

"جی بیگم صاحب" ڈرائیور چونک کر بولا۔ "تم سے نہیں بولا۔" وہ وحشیانہ انداز میں چیخی۔۔۔۔ ٹوٹی پھوٹی اُردُو تو بول ہی لیتی تھی۔ ڈرائیور پھر خاموش ہو گیا۔

اب جولیا سوچ رہی تھی اس سے یہ کیا حماقت سرزد ہو گئی۔ اس سے تو کہا گیا تھا کہ وہ اپنے ہونٹ بند ہی رکھے گی۔ مگر یہ کم بخت۔۔۔۔ عمران۔۔۔۔ خدا اُسے غارت کرے۔

میونسپل گارڈن میں وہ اُتر گئی۔ یہاں بلا مقصد ٹہلنا ہی تھا۔ اس نے بھی سوچا کہ اب یہیں رات کر دے گی۔ کون شہر میں چاروں طرف دھکے کھاتا

پھرے۔ خصوصیت سے تو کسی کام کے لیے کہا نہیں گیا تھا اور نہ مقامات کا تعیّن کیا گیا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک ٹہلتی رہی اور پھر ایک ہاکر سے شام کا اخبار خرید کر ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔

ویسے وہ دیر سے محسوس کر رہی تھی کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اچانک ایک آدمی اس کے قریب رُک گیا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔" اس نے پوچھا۔

جولیا سر اُٹھائے بغیر جھلّائے ہوئے لہجے میں "نہیں" کہنا ہی چاہتی تھی۔ اُسے اپنے بہرے پن کا خیال آ گیا اور وہ بدستور سر جھکائے اخبار دیکھتی رہی۔

اجنبی نے اس کا شانہ چھُو کر اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی اور وہ بے ساختہ

اُچھل پڑی۔

”بد تمیز کون ہو تم۔“ اس نے غصّیلے لہجے میں کہا۔ لیکن آواز بُلند نہیں ہونے پائی تھی اور یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا۔ جسے بے ساختگی ہی پر معمول کیا جاسکتا تھا۔ مگر جیسے ہی جولیا کو عمران کی ہدایت یاد آئی اسے اپنی بوکھلاہٹ پر افسوس ہوا۔

”ارے تم نہیں پہچانتیں۔“ اجنبی مُسکرا کر بولا۔

”کیا؟“ جولیا نے بہروں کے سے انداز میں پوچھا۔

اس نے گارڈن سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ جولیا سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ اُسے اشارہ کر کے پھاٹک کی طرف مُڑ گیا تھا۔ آخر جولیا نے یہی فیصلہ کر لیا کہ اسے بھی اُٹھنا ہی چاہیے شاید ایکس ٹو نے کسی پر ہاتھ ڈالنے کے

لیے یہ جال پھیلایا ہے۔

وہ پھاٹک سے گزر کر سڑک پر آئی۔ اجنبی شاید اسی کا منتظر تھا۔ اس نے ایک چھوٹی سی وین کی طرف اشارہ کیا۔ جس کا پچھلا حصّہ کھلا ہوا تھا۔ وین اتنی ہی چھوٹی تھی کہ اس کے پچھلے حصّے پر رکھے ہوئے لکڑی کے ایک بڑے صندوق نے ساری جگہ گھیر لی تھی۔ اجنبی نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جولیا چُپ چاپ اندر جا بیٹھی اور وہ بھی اس کے برابر ہی بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔ پھر وین چل پڑی۔ وہ خاصی تیز رفتاری دکھا رہی تھی۔ جولیا نے محسوس کیا کہ اس کا ساتھی اسے شہر سے باہر لے جانے کوشش کر رہا ہے۔ لیکن وہ خاموش بیٹھی رہی اور اس نے بھی اس کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شہر سے باہر نکلتے ہی جولیا نے محسوس کیا کہ وین کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس نے اپنے چہرے پر کسی قسم کا بھی جذباتی تغیّر پیدا نہ ہونے دیا۔

پھر یک بیک تعاقب کرنے والی کار وین سے آگے نکل آئی۔ اس کی رفتار کچھ ایسی بے ڈھنگی تھی جیسے اس کا ڈرائیور اسے وین کی راہ میں حائل ہی رکھنا چاہتا ہو۔ اور یہ حقیقت بھی تھی کہ جولیا کا ساتھی انتہائی کوششوں کے باوجود بھی وین کو اس کار سے آگے نہ نکال سکا۔ جب وہ چاہتا کہ وین کو آگے نکال لے جائے اگلی کار کسی قدر ترچھی ہو جاتی تھی۔ کئی بار تو ایسا لگا کہ بس اب دونوں ٹکرائیں۔

دفعتاً عقب سے طویل سائرن کی آواز آئی۔ جولیا نے مڑ کر دیکھا یہ ایک بہت بڑا ٹرک تھا اس کا ڈرائیور بھی شاید ان گاڑیوں سے آگے ہی رہنا چاہتا تھا۔ جولیا کے ساتھی نے رفتار کم کر کے اپنی وین کنارے کر لی۔ اگلی کار والا بھی غالباً ٹرک کو راستہ دینا چاہتا تھا۔ ٹرک دونوں سے آگے نکل گیا۔ یہ عام ٹرکوں کا ڈیوڑھا ضرور رہا ہو گا اور چاروں طرف سے بند بھی تھا۔ کچھ دُور جا کر اچانک وہ اس طرح ترچھا ہوا کہ جولیا کے ساتھی کو پورے بریک لگانے پڑے۔ وین

چرڑ چرڑاہٹ کے ساتھ رُک گئی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دونوں کی ٹکّر بڑی تباہ کن ثابت ہوتی۔ کار نہ جانے کیسے پیچھے رہ گئی تھی۔

ٹرک بھی رُک گیا۔ اچانک پچھلی کار سے دو آدمی کودے اور جھپٹ کر وین کے قریب آئے اور پھر ایک ریوالور جولیا کے ساتھی کی کنپٹی سے جالگا۔

جولیا ان دونوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ ان میں سے ایک کو بھی نہ پہچان سکی۔ ویسے خیال ہی تھا کہ یہ اس کے ساتھی ہی ہوں گے۔ لہٰذا اگر وہ میک اپ میں ہیں تو انہیں پہچاننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ان میں سے ایک کے ریوالور کی نال اجنبی ساتھی پر تھی۔ اس کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر سے ہٹ گئے تھے اور اس کی آنکھیں اس طرح پھیل گئی تھیں جیسے سکتہ ہو گیا ہو۔

"چُپ چاپ بیٹھے رہو۔" ریوالور والا غرّایا۔

ٹرک سے دو آدمی نکل کر اس کا پچھلا ڈھکنا نیچے گرا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ڈھکنا کھل کر سڑک پر ٹک گیا۔

"وین ٹرک پر چڑھا لے چلو، ریوالور والے نے جولیا کے اجنبی ساتھی سے کہا۔ لیکن جولیا نے اپنے چہرے سے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اس نے اس کے الفاظ سُنے تھے۔ وین حرکت میں آئی اور ڈھکنے پر سے گزرتی ہوئی ٹرک کے اندر جا ٹھہری۔ جولیا کو یقین تھا کہ اب ڈھکن بند کر دیا جائے گا۔ اس کے تصوّر ہی سے اس کا دم گھٹنے لگا اور اُسے ایک بار پھر عمران پر تاؤ آ گیا۔ ایسی اُوٹ پٹانگ تدبیریں وہی کرتا ہے۔ آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ کیا یہ اکیلا آدمی یونہی نہیں پکڑا جا سکتا تھا۔ مگر نہیں وہ عمران ہے۔ بھلا اس موقع پر حماقت سے کیوں باز رہتا۔ جولیا سوچتی اور جھلستی رہی۔ پھر اسے اس گدھے اجنبی پر بھی غصّہ آنے لگا جو کسی بے بس بیوہ کی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھکے ہوئے چوپایوں کی طرح ہانپ رہا تھا۔ اس ڈیوٹ کو پکڑنے کے لیے

اتنی درد سری مول لی گئی تھی۔ جولیا کو عمران کی عقل پر رونا آنے لگا۔ ایڈیٹ۔۔۔۔ڈفر کہیں کا۔ آپ کی منطق ہی نرالی ہوتی ہے۔وین سمیت پکڑ کر لے جائیں گے۔۔۔۔ بُدھو۔۔۔۔! پتہ نہیں اسے وقت اور انرجی کی بربادی میں کیا مزہ آتا ہے۔

ٹرک کا پچھلا ڈھکنا بند ہوتے ہی گھُپ اندھیرا ہو گیا۔

"کیا تم مر گئے ہو۔۔۔۔!" جولیا نے اجنبی ساتھی سے جھلّا کر کہا۔ اتنے میں ٹرک حرکت میں آ گیا۔ اجنبی کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ ویسے جولیا نے محسوس کیا کہ وہ اب اور تیزی سے ہانپ رہا ہے۔جولیا نے اپنے سینڈ بیگ سے پستول نکال کر اس کے پہلو سے لگا دیا اور بولی۔

"گدھے! اب تمہاری چٹنی بن جائے گی۔ خبردار چُپ چاپ بیٹھے رہنا ورنہ ٹریگر دب جائے گا۔ سیفٹی کیچ ہٹا ہوا ہے۔"

اس نے اجنبی کی کپکپاہٹ محسوس کی اور بے ساختہ ہنس پڑی۔ ”تم جیسے گدھوں کے لیے تو میں تنہا کافی تھی۔“

اب بھی وہ کچھ نہ بولا۔ ”جہنّم میں جاؤ۔“ جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ آج کا کھیل اُس کے لیے بڑا مایوس کن ثابت ہوا تھا۔

ٹرک پتہ نہیں کب تک چلتا رہا۔ جولیا وقت کا اندازہ نہیں لگا سکی تھی۔

پھر جب ٹرک چلتے چلتے اچانک رُکا تو اس کا سر چکرا گیا۔

اندھیرا ہی اس کا باعث تھا۔ کچھ دیر بعد پچھلا ڈھکنا گرنے کی آواز آئی اور تازہ ہوا کا ایک جھونکا جولیا کے جسم سے مَس ہوا۔۔۔ اور اس کے بعد پھر اسی گھٹن کا سامنا تھا۔

”وین بیک کر کے نیچے اُتار لاؤ۔“ کہا گیا۔ جولیا نے غیر ارادی طور پر پستول پھر

وینٹی بیگ میں ڈال لیا۔ اجنبی نے انجن اسٹارٹ کر کے وین بیک کی اور جولیا کانپ کر رہ گئی۔ آخر یہ لوگ کیسی حماقتیں کر رہے ہیں۔ کیا سبھوں پر عمران کی اُلٹی کھوپڑی مسلط ہو گئی۔ اگر وین کا پہیّہ ڈھکنے پر سے کسی جانب نیچے پھسل گیا تو کیا ہو گا۔

لیکن وین ڈھکنے پر سے اُتر کر صحیح و سلامت زمین پر ٹھہری تھی۔ جولیا نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ وہ ایک اُجاڑ ویرانے میں تھے اور سورج غروب ہونے والا تھا۔

"نیچے اُترو۔" ایک آدمی نے گرج کر کہا۔

"حد ہو چکی حماقتوں کی۔۔۔!" جولیا بپھر گئی۔ "کس گدھے نے تمہاری عقلیں چرا لی ہیں۔"

”ارے اس بُدھو کے لیے اتنا طوفان۔۔۔۔ اسے تو میں ہی ٹھیک کر سکتی تھی۔“

”چُپ رہو سُور کی بچی۔“ ریوالور والا غرّایا۔ ”کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ ہمیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گئی۔“

جولیا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے محکمے کا کوئی آدمی اس کے لیے ایسے ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ریوالور والے نے ایک آدمی سے کہا۔ ”اس وین کے نمبر رجسٹر میں تلاش کرو۔“

وہ آدمی ٹرک کے اگلے حصّے کی طرف چلا گیا۔

”بہری رقاصہ کہاں ہے۔“ ریوالور والے نے اچانک نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ مخاطب جولیا سے تھا۔

”میں ہوں۔۔۔۔ میں ہی ہوں۔۔۔۔ مجھے پہچانو۔“ جولیا احمقانہ انداز میں مُسکرائی۔

”تمہارا لہجہ غیر ملکیوں کا سا کیوں ہے۔“

”میں آج کل اسی کی مشق کر رہی ہوں۔“ جولیا نے جواب دیا۔

”خیر تو اس وقت یہ مشق ختم کر دو۔ ہم اُردو میں گفتگو کریں گے۔“ اس تجویز پر جولیا بوکھلا گئی۔

ریوالور والے کی مُسکراہٹ سے سفّاکی جھلک رہی تھی۔ اس نے جولیا کے اجنبی ساتھی سے کہا۔

”اب تم بھی کچھ بکواس شروع کر دو۔ وقت کٹے گا۔“

"مم۔۔۔۔ میں تو۔۔۔۔ میں تو بڑی۔۔۔۔ مم مصیبت میں پھنس گیا۔" وہ ہانپتا ہوا ہکلایا۔

"کس مصیبت میں۔"

"میں نہیں جانتا کہ یہ عورت کون ہے۔ میں تو۔۔۔۔ میں تو۔"

اتنے میں وہ آدمی آ گیا جو کسی رجسٹر میں وین کے نمبر تلاش کرنے کے لیے گیا تھا۔

"وین۔۔۔۔ میونسپل گارڈن کے چڑیا گھر کی ہے۔" اس نے ریوالور والے سے کہا۔ "اس میں مردہ جانور ڈھونے جاتے ہیں۔"

"اس وقت بھی اس پر رکھے ہوئے صندوق میں ایک ولائتی لومڑی کی لاش موجود ہے۔۔۔۔ جی ہاں!" اجنبی نے کہا۔ وہ اب بھی ہانپ رہا تھا۔

”تم نے ابھی کہا تھا کہ تم اس عورت کو نہیں جانتے۔“

”جی نہیں آج سے پہلے کبھی میں نے اس کو دیکھا تک نہیں۔“

”پھر یہ تمہارے ساتھ کیسے سفر کر رہی تھی۔“

”خدا کی قسم جناب۔ میں سمجھا تھا شاید جنگل کی سیر کرنا چاہتی ہیں۔ میں لومڑی کو پھینکنے کے لیے شہر کے باہر جا رہا تھا۔ قسم لے لیجیے۔۔۔۔ میں پولیس والوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ آپ انہی سے پوچھ لیجیے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخی تو نہیں کی۔ میونسپل گارڈن میں ٹہل رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر مُسکرائیں۔ میں نے انہیں اشارے کیے اور یہ میرے ساتھ گاڑی تک چلی ہیں۔ میں لومڑی پھینکنے جا رہا تھا۔ افّوہ! یقین کیجیے تھانیدار صاحب انہی سے پوچھ لیجیے۔

پھر جولیا سے انگریزی میں بولا۔ ”آپ خاموش کیوں ہیں۔ خُدارا بولیے ورنہ کسی چکر میں پھنس کر میں نوکری سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔“

”میں اسے نہیں جانتی۔“ جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

”میں تم سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتی کہ بہری رقاصہ کہاں ہے۔“ ریوالور والے نے مُسکرا کر کہا۔ اُس نے یہ جملہ اُردُو میں ادا کیا تھا۔ جولیا نے مفہوم تو سمجھ لیا لیکن اُردُو ہی میں جواب دینے کی ہمّت نہیں پڑی کیونکہ اس کی اُردُو خاصی اوٹ پٹانگ ہوتی تھی۔ اُسے حیص بیص میں دیکھ کر ریوالور والے نے کہا۔

”کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تمہیں تمہاری اصلی صورت پر لایا جائے۔“ جولیا پر یہ بُرا وقت تھا۔ اس دوران میں پہلے وہ سمجھی تھی کہ یہ اجنبی وین ڈرائیور اس کے ساتھیوں ہی میں سے ہو گا۔ کوئی بھی خاور، صفدر یا چوہان جو قد و قامت اور

جسم کے اعتبار سے قریب قریب ایک ہی سے تھے۔۔۔۔ لیکن اب اُسے اس کی طرف سے بھی مایوسی ہو گئی تھی۔ وہ تو میونسپل گارڈن کے مردہ جانور ڈھونے والا نکلا تھا۔

دفعتاً ایک چھوٹی سی کار تیزی سے آتی ہوئی دکھائی دی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اُن پر ہی چڑھ آئے گی۔ اُسے ڈرائیو کرنے والا غالباً کوئی انتہائی بے جگر اور لاپرواہ آدمی تھا۔

کار رُک گئی اور ڈرائیور کی سیٹ سے ایک ایسا آدمی اُترا جس کے چہرے پر گھنی سیاہ داڑھی تھی۔ مونچھیں اتنی گنجان تھیں کہ ہونٹ چھُپ کر رہ گئے تھے۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں والی عینک تھی۔

جولیانے محسوس کیا کہ چاروں نامعلوم آدمی اس کی آمد پر کچھ بوکھلا سے گئے ہیں۔

آنے والا جولیا کو بڑی توجّہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے ہاتھ اُٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”یہ لڑکی میک اپ میں ہے۔“

جولیا نے سوچا یہ کمبخت بھی انہی میں سے معلوم ہوتا ہے۔ آخر اس کے ساتھی کہاں جامرے۔

اب وہ تعداد میں پانچ ہو گئے تھے۔ اچانک جولیا کے اجنبی ساتھی نے قریب کھڑے ہوئے آدمی کے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا اور بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹ کر چھلانگ لگائی۔ چھلانگ کیا لگائی تھی اُچھل کر ریوالور والے کے سینے پر ایک لات رسید کی تھی۔ وہ کراہ کر الٹ گیا۔ اجنبی نے ایک فائر کیا اور نئی آنے والی کار کا ایک پہیّہ بیکار ہو گیا۔ پھر ان لوگوں کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس نے دوسرا فائر جھونک دیا۔ اس بار ریوالور کی نال کا رُخ ٹرک کے ایک پہیے کی

طرف تھا۔ نتیجے کے طور پر ٹرک کا بھی ایک پہیّہ بیکار ہو گیا۔

پھر ان میں سے کوئی چھوٹی کار کے پیچھے جا چھپا اور کوئی ٹرک کی اوٹ میں ہو گیا۔ انہوں نے دراصل پوزیشن لی تھی۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں پے در پے فائروں سے سارا میدان گونج اُٹھا۔

اجنبی جولیا کو وین کے پیچھے کھینچ لے گیا تھا۔

اس نے بھی کار اور ٹرک کی جانب فائر کیے۔ حالانکہ جولیا کے وینٹی بیگ میں پستول تھا لیکن اس وقت اُسے بھی نہ سوجھی۔

فائر ہوتے رہے اور جولیا چُپ چاپ بیٹھی رہی۔ دفعتاً اجنبی وین کے نیچے رینگ گیا۔ اب وہ زمین پر اوندھا پڑا فائر کر رہا تھا۔۔۔۔ کچھ دیر بعد کار کے پیچھے سے کوئی چیخا۔ شاید اجنبی کی کسی گولی نے کام کیا تھا۔

اب فائر اور زیادہ تیزی سے ہونے لگے تھے۔ جولیا اجنبی کے متعلّق سوچ رہی تھی کہ آخر اسے اتنے بہت سارے راؤنڈ کہاں سے مل گئے۔ چھینے ہوئے ریوالور میں تو زیادہ سے زیادہ چھ گولیاں رہی ہوں گی لیکن چھ کی تعداد تو بہت پیچھے رہ گئی تھی۔

یک بیک اجنبی بھی حلق پھاڑ کر چیخا اور اس طرف سنّاٹا چھا گیا لیکن دوسری طرف سے کسی نے پکار کر کہا تھا۔ ”لڑکی خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہو گا۔“ دوسری طرف سے اب فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔ اب جولیا کو اپنا پستول یاد آیا۔ لیکن اس سے پہلے ہی اس پر قابو پا لیا گیا۔۔۔۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔

گنجان داڑھی والے نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”میں لڑکی کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں تم گاڑیوں کو درست کرو۔“

جولیا سوچنے لگی کہ کاش خود اس نے وین ہی کا ایک پہیّہ برباد کر دیا ہوتا۔ داڑھی والے نے اس کا ایک بازو پکڑ کر اُسے وین کی طرف کھینچا اور وہ بے بسی سے وین کی اگلی سیٹ پر جا بیٹھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت کسی قسم کی بھی جدوجہد احمقانہ ہی ہوگی۔ ویسے وہ اپنے آدمیوں کو بُری طرح کوس رہی تھی۔ خصوصیت سے عمران نشانہ تھا۔

وین حرکت میں آگئی اور جولیا نے سوچا کہ میونسپل گارڈن والے کی لاش بھی کچل کر رہ گئی ہوگی۔

تھوڑی دیر بعد وین ویرانے کی ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے رُکی۔ اور داڑھی والا اُسے کھینچتا ہوا اُتر گیا۔ وہ عمارت میں آئے۔ یہاں بالکل سنّاٹا تھا۔ بڑے کمرے میں تین کیروسین لیمپ روشن تھے۔ جن کی روشنی کمرے کے لیے کافی تھی۔

"کھیل ختم ہو گیا۔" اچانک جولیا نے اپنی پُشت پر آواز سُنی پھر وہ دونوں ہی چونک کر مڑے۔ دروازے پر میونسپل گارڈن کا مردہ جانور ڈھونے والا کھڑا تھا۔ اس نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔ "ہاتھ اُوپر اُٹھادو۔"

غیر ارادی طور پر جولیا کے ہاتھ بھی اُٹھ گئے۔

"تم نہیں۔۔۔۔ تم اس کی داڑھی نوچ ڈالو۔" اُس نے کہا اور اس بار تو جولیا اس کی آواز سُن کر چونک ہی پڑی۔ کیونکہ یہ عمران کی آواز تھی۔

جولیا کسی بھوکی شیرنی کی طرح داڑھی والے پر جھپٹ پڑی اور آن کی آن میں اس کی مصنوعی داڑھی کا صفایا کر دیا۔ "آخّاہ۔۔۔۔ کیپٹن واجد۔" عمران نے مضحکہ خیز اُڑانے والے انداز میں کہا۔ "بریو۔۔۔۔ ونڈرفل۔۔۔۔ جولی ڈارلنگ اس کی جیب سے ریوالور بھی نکال لو۔"

جولیانے اس کی جیبیں ٹٹولیں۔ لیکن ریوالور تھا ہی نہیں۔

"اب تم ہٹ جاؤ۔" عمران نے اپنا ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ جولیا بڑی تیزی سے ہٹ گئی اور کیپٹن واجد تیر کی طرح عمران پر آیا۔

جولیانے محسوس کیا کہ کیپٹن واجد بھی کمزور آدمی نہیں ہے۔ پہلے ریلے میں وہ عمران کو دیوار تک رگید لے گیا تھا۔ لیکن پھر دیوار سے ٹِک کر عمران نے سنبھالا لیا اور وہ دونوں ہی وحشی درندوں کی طرح لڑنے لگے۔

جولیا کو پھر عمران پر تاؤ آ گیا۔ کیونکہ یہ اس کی ایک قطعی غیر ضروری حرکت تھی۔ آخر ریوالور جیب میں کیوں ڈال لیا تھا۔ اس سے اسے کور کیے رہتا اور وہ کہیں سے رسّی تلاش کر لاتی اور کیپٹن واجد کے ہاتھ باندھ دیے جاتے۔

جدوجہد جاری رہی کبھی عمران اُسے رگید دیتا اور کبھی وہ عمران کو۔

جولیا محسوس کر رہی تھی کہ واجد اس لڑائی کو طول دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُسے وہاں اس وقت کسی اور کے بھی پہنچنے کی توقع رہی ہو۔

اُسے یاد آیا کہ اس کے ہینڈ بیگ میں پستول موجود ہے۔ اُس نے وہاں میدان میں اُسے بیگ سے نکالنا چاہا تھا لیکن پھر موقع نہیں ملا تھا۔ اور وہ لوگ بھی کچھ اس طرح بوکھلائے ہوئے تھے کہ نہ تو انہوں نے اس سے ہینڈ بیگ چھینا تھا اور نہ ہی اس کی تلاشی لی تھی۔

اُس نے پستول نکال لیا اور انہیں الگ ہو جانے کا حکم دینے ہی والی تھی کہ عمران کا ایک بھرپور گھونسہ کیپٹن واجد کی کنپٹی پر پڑ ہی گیا۔ ادھر وہ زمین پر گرا اور ادھر عمران اُسے چھاپ بیٹھا۔ کمرے پر گہری خاموشی مسلط ہو گئی۔

۱۳

دوسرے دِن وہ سب دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں اکٹھا تھے۔ ان میں عمران بھی تھا اور ٹرانسمیٹر پر ایکس ٹو کی بھرّائی ہوئی آواز آ رہی تھی۔۔۔۔ عمران نے پہلے ہی بلیک زیرو کو پوری رپورٹ لکھ کر دے دی تھی اور وہ اس وقت ایکس ٹو کا رول ادا کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"ہاں تو یہ دونوں آدمی جن کے بھیس میں عمران اور صفدر دلکشا میں داخل

ہوئے تھے۔ عرصہ سے میری نظروں میں تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ ان کی مصروفیات کا مقصد یوں سمجھ میں نہ آئے گا تو میں نے انہیں پکڑوالیا۔ ان پر جبر کیا گیا تب انہوں نے بتایا کہ وہ ایک نامعلوم آدمی کے لیے ایک حیرت انگیز کام کر رہے ہیں جس کی نوعیت خود ان کی سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی۔ انہیں بعض آدمیوں کا تعاقب کرنے کی ہدایت ملتی تھی۔ وہ ان کے بارے میں رپورٹ مہیّا کر کے بہری رقاصہ تک پہنچاتے تھے۔ بہری رقاصہ تک کیوں اسی گمنام آدمی تک پہنچاتے تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ وہ انہیں آتشدان تک لے جاتی تھی۔ بہری اس لیے بنی تھی کہ وہ ٹرانسمیٹر کے قریب چیخ کر بولیں اور ان کی کہی ہوئی باتیں دوسری طرف ٹیپ ریکارڈ پر واضح طور پر ریکارڈ ہو سکیں۔ دوسری ریسونگ سیٹ سے ایک خودکار ٹیپ ریکارڈ منسلک تھا۔ جیسے ہی اُدھر سے کسی قسم کی آواز پہنچتی تھی وہ خود بخود چلنے لگتا تھا۔ اگر ٹیپ ریکارڈ کا مسئلہ نہ درپیش ہوتا تو وہ بہری نہ بنتی اور نہ انہیں چیخ کر ہی گفتگو

کرنی پڑتی۔ مگر کوئی ہر وقت تو ٹرانسمیٹر کے قریب بیٹھا نہیں رہ سکتا۔ اس لیے اس سے ایک ٹیپ ریکارڈ منسلک کر دیا گیا تھا تاکہ اُدھر سے ہونے والی باتیں بعد میں بھی سُنی جا سکیں۔ اور یہ انتظام بھی اس لیے کیا گیا تھا کہ وہ نامعلوم آدمی بذاتِ خود دونوں کی آوازیں سُن سکے۔ غالباً اسے شُبہ تھا کہ کہیں کبھی کوئی دوسرا نہ ان کے بھیس میں وہاں گھُس آئے۔ چونکہ پہلے عمران کو اس بُت کی حقیقت نہیں معلوم تھی اس لیے وہ زیادہ محتاط نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نامعلوم آدمی اس کے متعلّق شبہے میں مبتلا ہو گیا۔ اس لیے عمران صاحب اتنی جلدی کامیاب بھی ہو گئے۔ ورنہ کامیابی کے انتظار میں جگ بیت جاتے۔ شبہے کی بنا پر وہ سامنے آ گیا۔ ہاں یہ بھی سُنتے چلو کہ دلکشا کا وہ ساؤنڈ پروف کمرہ اسے کرایہ پر حاصل کرنے کے بعد ہی بنایا گیا تھا۔ اصل مالکوں کو اس کا علم تک نہیں ہو سکا تھا۔ اب تم لوگ ان سُرخ ٹائی والوں کے متعلّق سوچ رہے ہو گے۔ اور سب سے بڑا سوال تو یہ ہے کہ آخر یہ کیپٹن واجد ہے کون۔

ٹھہرو! اب میں داستان کے اسی حصّے کی طرف آ رہا تھا۔ سُرخ ٹائیوں والے ملٹری کی سیکرٹ سروس سے تعلّق رکھتے تھے۔ اُن کے سپرد ایک کام کیا گیا تھا جو انہیں ایک غیر ملک میں انجام دینا تھا۔ کیپٹن واجد نہیں بلکہ کوئی اور جس کا سُراغ ابھی تک نہیں مل سکا۔۔۔ اس سازش کی جڑیں دُور دُور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ فی الحال ایک ہی خاص آدمی ہاتھ لگا ہے۔ اور وہ ہے کیپٹن واجد اور تمہیں یہ سُن کر حیرت ہو گی کہ کیپٹن واجد بھی خود ہماری ہی ملٹری سیکرٹ سروس کا ایک عہدیدار ہے۔ ہاں تو آج کل وہ ان سُرخ ٹائیوں والوں کے پیچھے تھا۔ اس دِن جو آدمی جہاز کی سیڑھیوں سے گِر کر مرا تھا۔ اس کی موت زہر سے واقع ہوئی تھی۔ وہ ملک سے باہر جا رہا تھا اور اُسے ایک اہم کام انجام دینا تھا۔ اس کے پاس فوجی نوعیت کے بہت ہی اہم کاغذات تھے جن کے راز کمانڈر ان چیف یا سیکرٹ سروس کے چیف کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم تھے۔ کیپٹن واجد نے ان کاغذات کو اُڑا لینا چاہا۔ نتیجے میں اس بے چارے کی

لاش جہاز کی سیڑھیوں کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے جاگیر دار نائٹ کلب میں بھی دھوکا کھایا تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ مرنے والے کا سوٹ کیس صحیح ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے۔ لیکن وہ کیپٹن واجد کے آدمی تھے۔ ملٹری آفیسر کے بھیس میں سُرخ ٹائی والے سے سوٹ کیس ہتھیا لے گئے۔ کاغذات اسی سوٹ کیس میں تھے۔ کیپٹن واجد کے لیے کام کرنے والے کیپٹن واجد کو داڑھی ہی والے بہروپ میں پہچان سکتے تھے۔ اگر وہ کبھی ان کے سامنے کیپٹن واجد کی حیثیت سے آتا تو وہ اُسے کسی عام راہ گیر سے زیادہ اہمیت نہ دیتے۔ اس نے چالاکی کی تھی کہ غدّاری کے کاموں کے لیے اپنے محکمے ہی سے کام کرنے والے منتخب نہیں کیے تھے۔ وہ سب باہر کے ہیں اور اسے مسٹر خان کے نام سے جانتے تھے۔ اس کا طریق کار ایسا تھا کہ اس پر مشکل ہی سے ہاتھ ڈالا جا سکتا۔ کبھی اس کی شخصیت منظر عام پر ہی نہ آتی۔۔۔۔ اگر وہ بوکھلا نہ گیا ہوتا۔ اس رات اُسے ٹیپ ریکارڈ پر کوئی پیغام نہیں ملا تھا۔ جب عمران

نے بُت نما ٹرانسمیٹر کے تار کاٹ دیئے تھے۔ اسی چیز نے اُسے دلکشا کی طرف رجوع کیا۔ لیکن وہاں سے بہری رقاصہ بھی غائب ہو چکی تھی۔ اسے تشویش ہی نہیں ہوئی بلکہ وہ بوکھلا گیا۔ ادھر بہری رقاصہ اس آدمی کا نام اور پتہ نہیں بتانا چاہتی تھی۔۔۔۔ لٰہذا عمران نے میری اسکیم کو عملی جامہ پہنایا پھر جو کچھ بھی ہوا ہے تم جانتے ہی ہو۔ میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ اس نامعلوم آدمی کو بہری رقاصہ کی تلاش ہو گی۔ اس لیے اس سے بہتر موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ اُس کے آدمی جولیا کے پیچھے لگ گئے۔ مگر محض میک اپ سے شخصیتیں تو نہیں بدل جایا کرتیں۔ چال ڈھال بدستور رہتی ہے۔ عادات پر قابو پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ انہیں شُبہ ہو گیا کہ وہ نقلی رقاصہ ہے۔ لٰہذا انہوں نے سوچا کہ اُسے پکڑ لیں۔ اس طرح وہ ان آدمیوں سے واقف ہو سکیں گے، جو ان کے کاموں میں روڑے اٹکانے کی کوشش کر رہے تھے۔ عمران صاحب نے جب یہ دیکھا کہ اس کے گرد نگرانی کرنے والوں کی بھیڑ

بڑھتی جارہی ہے تو انہوں نے ان کا اشتیاق بڑھانے کے لیے جولیا سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ ان لوگوں نے سوچا چلو ایک آدمی بھی نظروں میں آیا۔ پھر عمران صاحب میونسپل گارڈن کی گاڑی لے بھاگے جس کے صندوق میں لومڑی کی لاش بھی موجود تھی۔ اور تمہیں یہ سُن کر شاید مسرّت ہو کہ انہوں نے اپنا تھوڑا سا وقت مردہ لومڑی کے ساتھ بھی گذارا ہے۔ جب فائرنگ ہو رہی تھی اس وقت یہ چیخ مار کر مر گئے۔ اور وہ لوگ اتنے نروس اور بدحواس تھے کہ انہوں نے ان کی خبر لینے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ بس فرض کر لیا تھا کہ چیخ کا مطلب گولی لگنا ہے اور گولی لگنے کے بعد کون بچا ہے۔ اندھیرا تو پھیل ہی گیا تھا یہ حضرت چُپ چاپ داخل صندوق ہوئے ان کا بیان ہے کہ لومڑی ملائم تو ہوتی ہے لیکن بدبُو دار چیز ہے۔ خیر بس۔۔۔۔! اوور اینڈ آل۔"

عمران آنکھیں نکال نکال کر ٹرانسمیٹر کو گھونسہ دکھا رہا تھا۔

"یہ دیکھو بھئی۔ عمران ہی عمران کے قصیدے ہوتے ہیں۔" تنویر جل کر بولا۔

"ارے تم خود مر جاؤ۔۔۔ تمہارا خود قصیدہ پڑھا جائے۔" عمران نے غصّیلے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہوئی۔" صفدر بولا۔

"اب اتنا گھامڑ بھی نہیں ہوں کہ قصیدہ نہ سمجھوں۔ جو لوگ مر جاتے ہیں ان کا قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔"

"ارے۔۔۔ وہ مرثیہ ہے بڑے بھائی۔۔۔!" صفدر ہنس پڑا۔

"نہیں قصیدہ!" عمران گردن ہلا کر بولا۔

"شرط لگائیے۔"

"ارے میں نے ان کے قصیدے بہت پڑھے ہیں۔ وہ کیا نام ہے۔۔۔۔ کیا کہتے ہیں اُسے۔۔۔۔ یعنی کہ بازار جا رہے ہیں۔۔۔۔ کیا لینے۔۔۔۔ ارے وہی مثلاً اگر کچھ سامان لانا ہے بازار سے تو کیا کہیں گے۔ کہ کیا لینے جا رہے ہیں۔۔۔۔ چُلف۔۔۔۔ اُوہا۔۔۔۔ سُلف سُلف۔۔۔۔ سودا سلف۔۔۔۔ سودا۔۔۔۔ صاحب۔۔۔۔ کے مرثیے خوب پڑھے ہیں میں نے۔"

"مرثیے نہیں قصیدے۔۔۔۔" چوہان نے کہا۔

"کیا جھگڑا ہے۔" جولیا نے پوچھا۔

"یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ایک لومڑی تمہارے ساتھ اور ایک لومڑی کیپٹن واجد کے ساتھ۔" عمران نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

”کون بد تمیز کہتا ہے۔“ جولیا اکھڑ گئی۔

عمران نے تنویر کی طرف اشارہ کر دیا۔

”میں تمہاری گردنِ توڑ دوں گا۔“ تنویر غرّایا۔

”ذرا توڑ کر دیکھو گردنِ۔“ عمران نے جولیا کی طرف اشارہ کر کے انگریزی میں کہا۔ ”بیٹھی تو ہے سامنے۔ ہے ہمّت۔۔۔۔اُٹھو۔“

”میں تمہیں منہ لگانا پسند نہیں کرتی۔“ جولیا نے تنویر سے کہا۔

”تمہاری بھی عقل خبط ہو گئی ہے۔“ تنویر آنکھیں نکال کر بولا۔

”میں تمہاری آنکھیں نکال لوں گی۔“ جولیا کھڑی ہو گئی۔

”ارے نہیں جانے دو۔“ عمران بولا۔ ”اگر تم نے اس کی آنکھیں نکال لیں تو

اس کے گلے میں ہارمونیم ہو گا اور ہاتھ میرے کاندھے پر۔۔۔۔ در در کی چھاننی پڑے گی۔"

تنویر عمران کی طرف جھپٹا۔ ادھر جولیا نے پستول نکال لیا۔

"خدا کی قسم اگر تم اس کے قریب بھی آئے تو گولی مار دوں گی۔" اس نے کہا۔

بات بڑھتے دیکھ کر خاور اور چوہان تنویر کو باہر نکال لے گئے۔ عمران کسی ایسے مسکین بچّے کی طرح کھڑا تھا جس کی ماں اس کے لیے پڑوسن سے لڑ پڑی ہو۔

ختم شد